ماہنامہ ربوہ
خالد
پانچ بنیادی اخلاق
(فرمودہ خطبہ جمعہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء)
۱۔ سچّائی ۲۔ نرم زبان کا استعمال
۳۔ دوسروں کی تکالیف کا احساس اور
ان کے ازالہ کی کوشش۔
۴۔ وسعتِ حوصلہ
۵۔ مضبوط عزم اور ہمّت
دسمبر ۱۹۸۹ء
ایڈیٹر
خالد مسعود
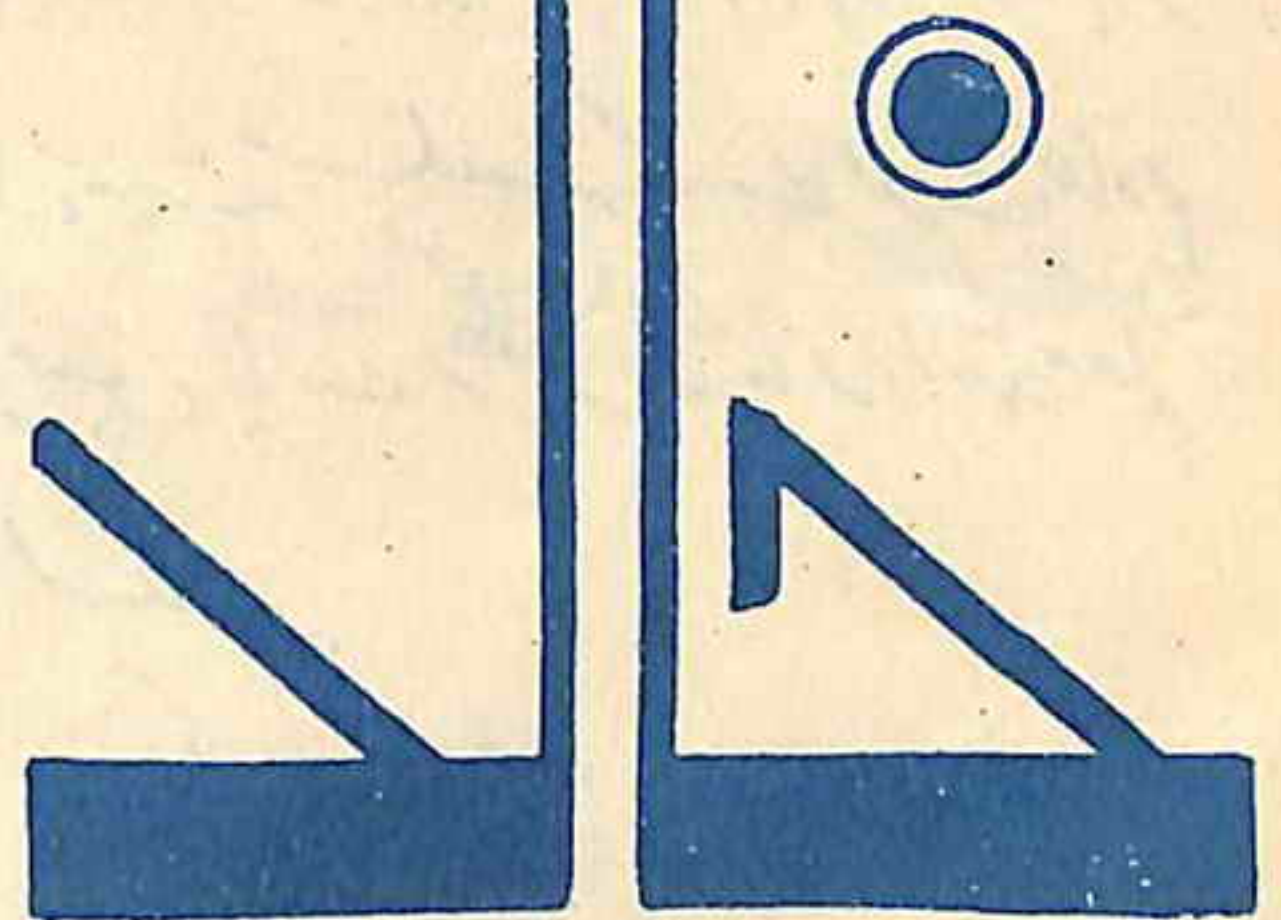
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتح ۱۳۶۸ ہش ، دسمبر ۱۹۸۹ء

قیمت سالانہ تیس ۳۰ روپے، فی پرچہ تین روپے

ایڈیٹر

خالد مسعود

اس شمارہ میں!

پبلشر: مبارک احمد خالد ، پرنٹر: قاضی منیر احمد ، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی - ربوہ

ایمان کے ثمرات

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا:-

"سو اُٹھو، ایمان کو ڈھونڈو اور فلسفہ کے خشک اور بے سود ورقوں کو جلاؤ کہ ایمان سے تم کو برکتیں ملیں گی۔ ایمان کا ایک ذرّہ فلسفہ کے ہزار دفتر سے بہتر ہے۔ اور ایمان سے صرف آخری نجات نہیں بلکہ ایمان دنیا کے عذابوں اور لعنتوں سے بھی چھڑا دیتا ہے۔ اور رُوح کے تحلیل کرنے والے غموں سے ہم ایمان ہی کی برکت سے نجات پاتے ہیں۔ وہ چیز ایمان ہی ہے جس سے مومن کامل سخت گھبراہٹ اور قلق اور کرب اور غموں کے طوفان کے وقت اور اس وقت کہ جب ناکامی کے چاروں طرف سے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور اسباب عادیہ کے تمام دروازے مقفل اور مسدود نظر آتے ہیں مطمئن اور خوش ہوتا ہے۔ ایمانِ کامل سے سارے استبعاد جاتے رہتے ہیں اور ایمان کو کوئی چیز ایسا نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ استبعاد۔ اور کوئی ایسی دولت نہیں جیسا کہ ایمان۔ دنیا میں ہر یک ماتم زدہ ہے مگر ایماندار۔ دنیا میں ہر یک سوزش اور حرقت اور جلن میں گرفتار ہے مگر مومن۔ اے ایمان کیا ہی تیرے ثمرات شیریں ہیں۔ کیا ہی تیرے پھول خوشبودار ہیں۔ سبحان اللہ کیا عجیب تجھ میں برکتیں ہیں۔ کیا خوش نور تجھ میں چمک رہے ہیں۔ کوئی ثریا تک نہیں پہنچ سکتا مگر وہی جس میں تیری کششیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کو یہی پسند آیا کہ اب تُو آوے اور فلسفہ جاوے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۷۲-۲۷۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کی لذتوں اور برکتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

مذہبی قوموں کی تعمیر اخلاقی تعمیر کے بغیر ناممکن ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ

بتاریخ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

وہ لوگ جو بڑے بڑے منصوبے بناتے ہیں ان کو یہ رجحان پیدا کرنا چاہیئے کہ ابتدائی باتوں کی طرف خصوصی توجہ دیں بعض دفعہ بعض بہت ہی بلند بانگ منصوبے بنانے والے اور بلند بانگ دعاوی کرنے والے ابتدائی باتوں سے بے خبر رہ جاتے ہیں اور وہ چیزیں جو اُن کی نظر میں ابتدائی ہیں درحقیقت بنیادی حیثیت رکھنے والی باتیں ہُوا کرتی ہیں۔ اور جب تک بنیادیں قائم نہ ہوں کوئی بلند عمارت تعمیر نہیں کی جاسکتی۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جسے دُنیا کا کوئی انجنیئر، کوئی ماہر فن نظر انداز نہیں کرسکتا۔ قوموں کی تعمیر میں اور میری مراد مذہبی قومیں ہیں۔ مذہبی قوموں کی تعمیر میں دو باتیں بہت ہی بڑی اہمیت رکھتی ہیں اور انہیں کے گرد سارا فلسفۂ حیات گھومتا ہے یعنی بندے سے تعلق اور خدا سے تعلق۔ ان دونوں تعلقات میں دین حق نے بہت ہی وسیع تعلیمات دی ہیں اور بہت ہی بلند منصوبے پیش کئے ہیں لیکن ان منصوبوں پر عمل تبھی ممکن ہے جب ان کے ابتدائی حصّوں پر خصوصیت سے توجہ دی جائے اور صبر کے ساتھ پہلے بنیادیں تعمیر کی جائیں پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے توقع رکھی جائے کہ ان بنیادوں پر عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوں گی۔

جماعتِ احمدیہ کا جو موجودہ دَور ہے یہ غیر معمولی اہمیت رکھنے والا دَور ہے اور جیسا کہ میں نے بارہا پہلے توجہ دلائی ہے ہم حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پہلی صدی سے دُور ہو رہے ہیں یعنی زمانے اور وقت کے لحاظ سے دُور ہو رہے ہیں لیکن عین ممکن ہے بلکہ قرآن کریم نے اس کی معیّن پیشگوئی بھی فرمائی ہے کہ زمانے کی دُوری پائی جاسکتی ہے، عبور ہو سکتی ہے اگر اخلاق کو دُور نہ ہونے دیا جائے، اگر اعمال کو دُور نہ ہونے دیا جائے۔ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ میں یہی تو پیغام ہے اور یہی تو خوشخبری ہے جس کو پورا ہوتے دیکھ کر ہمارے ایمان پھر زندہ ہوئے ہیں۔ پس بہت ہی اہم بات ہے۔ ہم نے آخرین ہو کر، قرآن کریم کی اس پیشگوئی کا مصداق بنتے ہوئے قطعی طور پر یہ دیکھ لیا اور دُنیا پر ثابت کر دیا کہ زمانے کی دُوری کو اخلاق کی قربت کے ذریعے مٹایا جاسکتا ہے اور نیک اعمال کے نتیجہ میں زمانے کے فاصلے ماضی میں بھی طے ہو سکتے ہیں اور مستقبل میں بھی طے ہو سکتے ہیں۔ پس اس

پہلو سے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ہر صدی کے قدم پر یہ دیکھیں کہ ہمارا قدم پچھلی صدی کے ساتھ ملا ہوا ہے یا نہیں اور ہمارا اخلاقی اور عملی فاصلہ کہیں بڑھ تو نہیں رہا۔ پس آگے بڑھنا دو طرح سے ہوگا۔ ایک زمانے میں آگے بڑھنا۔ وہ تو ایسی مجبوری ہے جس پر کسی کا کوئی اختیار نہیں۔ اور ایک آگے بڑھنا یہ بھی ہو سکتا ہے جیسے قومیں بظاہر آگے بڑھتی ہیں لیکن بنیادی طور پر انحطاط کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اخلاقی قدروں کے لحاظ سے انحطاط کا شکار ہو جاتی ہیں۔ وہ آگے بڑھنا تو تنزل کی علامت ہے۔ ہم نے اس پہلو سے آگے نہیں بڑھنا بلکہ واپس جانا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بھی جو سب سے بڑا معجزہ دکھایا، جو سب سے بڑا عظیم الشان کارنامہ کر کے دکھایا وہ واپسی کا کارنامہ ہے، آگے بڑھنے کا کارنامہ نہیں۔ تیرہ سو سال کے فاصلے حائل تھے۔ کس طرح ایک ہی جست میں آپ اس زمانے میں جا پہنچے جو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تھا۔ پس ہر صدی کی زمانی جست کے ساتھ ہمیں واپسی کی ایک جست بھی لگانی ہوگی اور بڑے معین فیصلے اور بڑے قطعی فیصلے کے ساتھ ایسا پروگرام طے کرنا ہوگا کہ جب ہم وقت میں آگے بڑھیں تو اخلاقی اور اعمالی قدروں میں واپس جا رہے ہوں۔ اس پہلو سے اس دور میں جب میں چاروں طرف دیکھتا ہوں تو جماعت کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اور بھی مسائل بڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اس کی رفتار ہر طرف پہلے سے بہت زیادہ ہو چکی ہے پس بڑی جماعتوں میں رفتار کا پھیلاؤ جہاں مبارک بھی ہے وہاں خدشات بھی پیدا کرنے والا ہے اور فکریں بھی پیدا کرنے والا ہے۔ اسی طرح بڑی جماعتوں میں نسل پھیلتی ہے۔ تولید کے ذریعے جماعتیں بڑھتی ہیں۔ اس پہلو سے بھی ساتھ ہی تربیتی فکریں بڑھنے لگتی ہیں۔

پس جب میں نے مجلس خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور لجنہ کو تمام ملکوں میں براہِ راست اپنے تابع کرنے کا فیصلہ کیا تو اس میں یہ ایک بڑی حکمت پیشِ نظر تھی تا کہ میں ان مجالس سے براہِ راست ایسے کام لوں جن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ ہماری تربیتی ضرورتیں پوری ہو سکیں اور خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ محض خوابوں کے محل تعمیر نہ کریں بلکہ چھوٹے چھوٹے ایسے اقدام کریں جن کے نتیجہ میں غریبانہ سر چھپانے کی ضرورت تو پوری ہو۔ یہ وہ ضرورت ہے جس کے پیشِ نظر جیسا کہ میں نے بیان کیا مجھے یہ اقدام کرنا پڑا۔ اس سلسلہ میں آج میں دو ابتدائی پروگرام جماعت کے سامنے رکھتا ہوں اور یہ تینوں مجالس خصوصیت کے ساتھ میری مخاطب ہیں۔ ان کو تنظیمی ہدایات انشاء اللہ تعالیٰ پہنچتی رہیں گی اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں، چھوٹے چھوٹے آسان حصوں میں عملی پروگرام ان کے سپرد کئے جائیں گے لیکن جو بنیادی باتیں میرے پیشِ نظر ہیں وہ میں آپ سب کے سامنے پہلے بھی مختلف حیثیتوں میں رکھتا رہا ہوں آج پھر ان باتوں میں سے بعض کو دُہرانا ضروری سمجھتا ہوں۔

مذہبی قومیں بغیر اخلاقی تعمیر کے تعمیر نہیں ہو سکتیں اور یہ تصوّر بالکل باطل ہے کہ انسان بداخلاق ہو اور باخدا ہو۔ اس لئے مذہبی قوموں کی تعمیر میں سب سے اہم بات ان کے اخلاق کی تعمیر ہے اور یہ تعمیر جتنی جلدی

شروع ہو اُتنا ہی بہتر اور اتنی ہی آسان ہوتی ہے۔ پس اس پہلو سے لجنہ اماء اللہ نے سب سے ابتدائی اور بنیادی کام کرنے ہیں اور یہی ابتدائی اور بنیادی کام عمر کے دوسرے حصوں میں خدام کے سپرد بھی ہوں گے اور انصار کے بھی سپرد ہوں گے لیکن بنیادی طور پر ایک ہی چیزیں ہیں جو عمر کے مختلف حصوں میں مختلف مجالس کو خصوصیت سے سرانجام دینی ہیں۔

سب سے پہلی بات سچ کی عادت ہے۔ آج دُنیا میں جتنی بدی پھیلی ہوئی ہے اس میں خرابی کا سب سے بڑا عنصر جھوٹ ہے۔ وہ قومیں جو ترقی یافتہ ہیں، جو بظاہر اعلیٰ اخلاق والی کہلاتی ہیں وہ بھی اپنی ضرورت کے مطابق جھوٹ بولتی ہیں۔ اپنوں سے نہیں بولتیں تو غیروں سے جھوٹ بولتی ہیں۔ ان کے فلسفے جھوٹ پر مبنی ہیں۔ ان کا نظامِ حیات جھوٹ پر مبنی ہے۔ ان کی اقتصادیات جھوٹ پر مبنی ہے۔ غرضیکہ اگر آپ باریک نظر سے دیکھیں تو اگرچہ بظاہر ان کے زندگی کے کاروبار پر CIVILIZATION اور اعلیٰ تہذیب کے ملمع چڑھے ہوئے ہیں لیکن فی الحقیقت ان کے اندر مرکزی نقطہ جس کے گرد یہ قومیں گھوم رہی ہیں اور جن کے اُوپر ان کی تہذیبیں مبنی ہیں وہ جھوٹ ہی ہے۔ لیکن یہ ایک الگ بحث ہے مجھے تو اِس وقت جماعت احمدیہ کے اندر دلچسپی ہے اور جماعتِ احمدیہ کے بچوں کے اُوپر میں خصوصیت کے ساتھ نظر رکھتا ہوں اور میرے نزدیک جب تک بچپن سے سچ کی عادت نہ ڈالی جائے بڑے ہو کر سچ کی عادت ڈالنا بہت مشکل کام ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے اپنے بعض خطبات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے سچ بولنا بھی مختلف درجات سے تعلق رکھتا ہے اور مختلف مراحل سے تعلق رکھتا ہے اور کم سچا اور زیادہ سچا اور اس سے زیادہ سچا اور اس سے زیادہ سچا، اتنے بے شمار مراحل ہیں سچ کے بھی کہ ان کو طے کرنا بالآخر نبوت تک پہنچاتا ہے اور صدیق کے مرحلے سے آگے خدا تعالیٰ نے سچائی کا جو مقام تجویز فرمایا ہے اس کو نبوت کہا جاتا ہے۔ ایسا سچا کہ جس کا کوئی پہلو بھی جھوٹ کی ملونی اپنے اندر نہ رکھتا ہو لیکن یہ ہیں بڑے اور اُونچے اور بلند منصوبے جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے پیش کئے ہیں۔ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا کتنے عظیم الشان اور بلند منصوبے ہیں لیکن ان کا آغاز سچ سے ہوتا ہے اور کوئی شخص صالح بھی نہیں بن سکتا جب تک وہ سچا نہ ہو۔ اِس لئے بہت ہی اہم بات ہے کہ ہم اپنے بچوں کو شروع ہی سے نرمی سے بھی اور سختی سے بھی سچ پر قائم کریں اور کسی قیمت پر بھی ان کے جھوٹے مذاق کو بھی برداشت نہ کریں۔ یہ کام اگر مائیں کریں تو باقی مراحل جو ہیں قوم کے لئے بہت ہی آسان ہو جائیں گے اور ایسے بچے جو سچے ہوں وہ اگر بعد میں لجنہ کی تنظیم کے سپرد کئے جائیں یا خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے سپرد کئے جائیں ان سے وہ ہر قسم کا کام لے سکتے ہیں کیونکہ سچ کے بغیر وہ فائبر میسر نہیں آتا۔ وہ تانا بانا نہیں ملتا جس کے ذریعے آپ بوجھ ڈال سکتے ہیں یا منصوبے بنا کر ان کو ان میں استعمال کر سکتے ہیں جھوٹی قومیں کمزور ہوتی ہیں۔ ان کے اندر اعلیٰ قدریں برداشت کرنے کی طاقت ہی نہیں ہوا کرتی لیکن یہ ایک بڑا لمبا تفصیلی مضمون ہے اِس کو آپ فی الحال نظر انداز فرمائیں اور یہ یقین رکھیں کہ سچ کے بغیر کسی اعلیٰ قدر کی، کسی

اعلیٰ منصوبے کی تعمیر ممکن نہیں ہے۔ اِس لئے جماعت احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولادوں کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے اور جو بڑے ہو چکے ہیں ان پر اِس پہلو سے نظر رکھنا اور ایسے پروگرام بنانا کہ بار بار خدام اور انصار اور لجنات اِس طرف متوجہ ہوتے رہیں کہ سچائی کی کتنی بڑی قیمت ہے اور اِس وقت جماعت کو اور دُنیا کو جماعت کی وساطت سے کتنی بڑی ضرورت ہے۔

تربیت کا دوسرا پہلو نرم اور پاک زبان استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا ادب کرنا (ہے)۔ یہ بھی بظاہر چھوٹی سی بات ہے۔ ابتدائی چیز ہے لیکن جہاں تک مَیں نے جائزہ لیا ہے وہ سارے جھگڑے جو جماعت کے اندر بھی طور پر پیدا ہوتے ہیں یا ایک دوسرے سے تعلقات میں پیدا ہوتے ہیں ان میں جھوٹ کے بعد سب سے بڑا دخل اِس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کو نرم خوئی کے ساتھ کلام کرنا نہیں آتا۔ ان کی زبان میں درشتگی پائی جاتی ہے۔ ان کی باتوں اور طرز میں تکلیف دینے کا ایک رجحان پایا جاتا ہے جس سے بسا اوقات وہ باخبر ہی نہیں ہوتے۔ جس طرح کانٹے دُکھ دیتے ہیں اور ان کو پتہ نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اسی طرح بعض لوگ روحانی طور پر سوکھ کے کانٹے بن جاتے ہیں اور ان کی روزمرہ کی باتیں چاروں طرف دُکھ بکھیر رہی ہوتی ہیں، تکلیف دے رہی ہوتی ہیں اور ان کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ایسے اگر مرد ہوں تو ان کی عورتیں بیچاری ہمیشہ ظلموں کا نشانہ بنی رہتی ہیں اور اگر عورتیں ہوں تو مردوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ یہ بات بھی ایسی ہے جس کو بچپن سے ہی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ گھر میں بچے جب آپس میں ایک دوسرے سے کلام کرتے ہیں اگر وہ آپس میں ادب اور محبت سے کلام نہ کریں۔ اگر چھوٹی چھوٹی بات پر تُو تُو مَیں مَیں اور جھگڑے شروع ہو جائیں تو آپ یقین جانئے کہ آپ ایک گندی نسل پیچھے چھوڑ کر جانے والے ہیں۔ ایک ایسی نسل پیدا کر رہے ہیں جو آئندہ زمانوں میں قوم کو تکلیفوں اور دُکھوں سے بھر دے گی اور آپ اِس بات کے ذمہ دار ہیں، ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے بچوں نے ایک دوسرے سے زیادتیاں کیں، سختیاں کیں اور بدتمیزیاں کیں اور آپ نے ان کو ادب سکھانے کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اور یہی نہیں ایسے بچے پھر ماں باپ سے بھی بدتمیز ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور جن ماں باپ کے بچوں کی تعزیر کے لئے جلد ہاتھ اُٹھتے ہیں ان کے بچوں کے پھر اُن پر ہاتھ اُٹھنے لگتے ہیں اِس لئے روزمرہ کے حُسنِ سلوک اور ادب کی طرف غیر معمولی توجہ دینے کی ضرورت ہے اور یہ بھی گھروں میں اگر بچپن ہی میں تربیت دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی آسانی کے ساتھ یہ کام ہو سکتے ہیں لیکن جب یہ اخلاق زندگی کا جُزو بن چکے ہوں، جب ایسے بچے بڑے ہو جائیں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ سکول میں جائیں تو کلاسوں میں یہ بچے بدتمیزی کے مظاہرے کرتے، شور ڈالتے، ایک دوسرے کو تکلیفیں پہنچاتے اور اساتذہ کے لئے ہمیشہ سردردی بنے رہتے ہیں۔ یہی بچے جب اطفال الاحمدیہ کے سپرد ہوں یا لجنات کے سپرد بچیوں کے طور پر ہوں تو وہاں ایک مصیبت کھڑی کر دیتے ہیں۔ ان بچوں کی تربیت کرنا بڑا مشکل کام ہے اور ہم نے جو تربیت کے بڑے بڑے کام کرنے ہیں وہ ہو ہی نہیں سکتے اگر ابتدائی طور پر یہ مادہ تیار نہ ہو۔ مادہ تیار ہو تو پھر اس کے اُوپر جتنا کام آپ کرنا چاہیں، جتنا اس کو سجانا چاہیں اتنا اس کو سجا سکتے ہیں۔ لیکن وہ مٹی ہی نرم نہ ہو اور اس کے اندر ڈھلنے کی طاقت نہ

ہو تو پھر کیسا بڑا صناع ہی کیوں نہ ہو وہ اس مٹی کو خوبصورت شکلوں میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ پس اس پہلو سے نرم کلامی، ادب واحترام کے ساتھ ایک دوسرے سے سلوک کرنا یہ بہت ہی ضروری ہے۔ بڑے بڑے خطرناک جھگڑے اس صورت حال کی طرف توجہ نہ دینے کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ مجھ تک ساری دُنیا سے مختلف نزاع کبھی بالواسطہ، کبھی بلاواسطہ پہنچتے رہتے ہیں اس لئے میں نے محسوس کیا ہے کہ جب تک بچپن سے ہم اپنی اولاد کو زبان کا ادب نہیں سکھاتے اس وقت تک آئندہ بڑے ہو کر قوم میں ان کے کردار کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتے اور ان کی بدخُلقیاں بعض نہایت ہی خطرناک فساد پیدا کر سکتی ہیں جن کے نتیجہ میں دُکھ پھیل سکتے ہیں، جماعتیں بٹ سکتی ہیں، منافقتیں پیدا ہو سکتی ہیں، سلسلہ سے انحراف کے واقعات ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں لیکن جن کے اُوپر آئندہ قوموں کی تعمیر ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں بہت بڑے بڑے واقعات رونما ہو جاتے ہیں۔

تیسری چیز وسعتِ حوصلہ ہے: بچپن ہی سے اپنی اولاد کو یہ سکھانا چاہیئے کہ اگر تمہیں کسی نے تھوڑی سی کوئی بات کہی ہے یا تمہارا کچھ نقصان ہو گیا ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں اپنا حوصلہ بلند رکھو اور حوصلے کی یہ تعلیم بھی زبان سے نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے عمل سے دی جاتی ہے۔ بعض بچوں سے نقصان ہو جاتے ہیں۔ گھر کا کوئی برتن ٹوٹ گیا۔ سیاہی کی کوئی دوات گر گئی۔ کھانا کھاتے ہوئے پانی کا گلاس اُلٹ گیا۔ اور ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر میں نے دیکھا ہے کہ بعض ماں باپ برافروختہ ہو کر بچوں کے اُوپر برس پڑتے ہیں، ان کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں، چپیڑیں مارتے ہیں اور کئی طرح کی سزائیں دیتے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ جن قوموں میں یا جن ملکوں میں ابھی تک اُن کا ایک طبقہ یہ توفیق رکھتا ہے کہ وہ نوکر رکھے وہاں نوکروں کے ساتھ تو اس سے بھی بہت بڑھ کے بدسلوکیاں ہوتی ہیں۔ تو ان جگہوں میں جہاں نوکروں سے بدسلوکیاں ہو رہی ہوں، ان گھروں میں جہاں بچوں سے بدسلوکیاں ہو رہی ہوں وہاں آئندہ قوم میں بڑا حوصلہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے بچوں کی جو تربیت کی وہ محض کلام کے ذریعہ نہیں کی بلکہ اعلیٰ اخلاق کے اظہار کے ذریعہ کی ہے۔ حضرت مصلح موعود جب بچے تھے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک بہت ہی قیمتی مقالہ جو آپ نے تحریر فرمایا تھا اور اس کو طباعت کے لئے تیار فرمایا تھا وہ آپ نے کھیل کھیل میں جلا دیا اور سارا گھر ڈرا بیٹھا تھا کہ اب پتہ نہیں کیا ہو گا اور کیسی سزا ملے گی (لیکن) جب حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں خدا اَور توفیق دے دے گا۔ حوصلہ اپنے عمل سے پیدا کیا جاتا ہے اور وہ ماں باپ جن کے دل میں حوصلے نہ ہوں وہ اپنے بچوں میں حوصلے نہیں پیدا کر سکتے اور نرم گفتاری کا بھی حوصلے سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ چھوٹے حوصلے ہمیشہ بدتمیز زبان پیدا کرتے ہیں بڑے حوصلوں سے زبان میں بھی تحمل پیدا ہوتا ہے اور زبان کا معیار بھی بلند ہوتا ہے۔ پس محض زبان میں نرمی پیدا کرنا کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ حوصلہ بلند نہ کیا جائے اور وسیع حوصلگی جماعت کے لئے آئندہ بہت ہی کام آنے والی چیز ہے جس کے غیر معمولی فوائد ہمیں اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی نصیب ہو سکتے ہیں لیکن وسیع حوصلگی کا یہ مطلب نہیں کہ ہر نقصان کو برداشت کیا جائے اور نقصان کی پرواہ نہ کی جائے۔ یہ ایک فرق ہے جو میں کھول کر آپ کے سامنے رکھنا

چاہتا ہوں اس کو سمجھ کر ان دونوں باتوں کے درمیان توازن کرنا پڑے گا۔

نقصان ایک بُری چیز ہے۔ اگر نقصان کا رجحان بچوں میں پیدا ہو تو ان کو سمجھانا اور عقل دینا اور یہ بات ان کے ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ ہمارے فائدہ کے لئے ہیں اور ہمیں چاہیئے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کا بھی نقصان نہ ہو۔ وضوء کرتے وقت پانی کا بھی نقصان نہیں ہونا چاہیئے۔ مُنہ ہاتھ دھوتے وقت پانی کا نقصان نہیں ہونا چاہیئے۔ برتن دھوتے وقت پانی کا نقصان نہیں ہونا چاہیئے۔ کپڑے دھوتے وقت پانی کا نقصان نہیں ہونا چاہیئے۔ صرف ایک پانی ہی کو لے لیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہماری قوم میں اور بعض ترقی یافتہ قوموں میں بھی نقصان کا کتنا رجحان ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے بعض لوگ ٹوٹیاں کھول کر کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ گرم پانی یا ٹھنڈا پانی، جیسا بھی ہے، وہ اکثر ضائع ہو رہا ہے اور بہت تھوڑا ان کے کام آرہا ہے حالانکہ پانی خدا تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے جس کی قدر کرنا ضروری ہے اور قطع نظر اس سے کہ اس سے آپ کا مالی نقصان کیا ہوتا ہے یا قوم کا مجموعی نقصان کیا ہوتا ہے، یہ بات ناشکری میں داخل ہے کہ کسی نعمت کی بے قدری کی جائے۔ تو حوصلے سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ نقصان کی پرواہ نہ کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ یہ دو باتیں پہلو بہ پہلو چلنی چاہئیں حوصلے سے مراد یہ ہے کہ اگر اتفاقاً کسی سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اس پر برداشت کیا جائے اور اسے کہا جائے کہ اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں اور جن کے حوصلے بلند ہوں وہ پھر بڑے ہو کر بڑے نقصان برداشت کرنے کے بھی زیادہ اہل ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ آفاتِ سماوی پڑتی ہیں اور دیکھتے دیکھتے انسان کی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں جن کو چھوٹی چھوٹی باتوں کا حوصلہ نہ ہو وہ ایسے موقعوں کے اُوپر پھر خدا سے بھی بدتمیز ہو جاتے ہیں اور بے حوصلگی کے ساتھ خودغرضی کا ایک ایسا گہرا رشتہ ہے کہ اس خودغرضی کے نتیجہ میں ہر دوسری چیز اپنی تابع دکھائی دینے لگتی ہے۔ اگر وہ فائدہ پہنچا رہی ہے تو ٹھیک ہے۔ ذرا سا بھی نقصان کسی سے پہنچے تو انسان حوصلہ چھوڑ بیٹھتا ہے اور جب بندوں سے بے حوصلگی شروع ہو تو بالآخر انسان خدا سے بھی بے حوصلہ ہو جاتا ہے۔ اِسی لئے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں یہ گُر سمجھایا کہ مَنْ لَا یَشْکُرِ النَّاسَ لَا یَشْکُرِ اللّٰہَ کہ جو بندے کا شکر ادا کرنا نہ سیکھے وہ خدا کا کہاں کر سکتا ہے۔ جو بندے کا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر نہیں کرتا۔ یہ جو گہرا فلسفہ ہے یہ ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں۔ حوصلے پر بھی اِسی بات کا اطلاق ہوتا ہے۔ اِسی لئے مَیں نے کہا تھا کہ یہ معمولی بات نہیں بڑے ہو کر اس کے بہت بڑے بڑے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ وہ نقصان جس میں انسان بے اختیار ہو اس پر صبر کا نام حوصلہ ہے۔ نقصان کی طرف طبیعت کا میلان ہونا یہ حوصلہ نہیں ہے یہ بیوقوفی ہے، جہالت ہے اور بعض صورتوں میں یہ خود ناشکری بن جاتا ہے۔ اِس لئے بچوں کو جب حوصلہ سکھاتے ہیں تو چیزوں کی قدر کرنا بھی سکھائیں۔ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے یہاں انگلستان میں بھی مَیں نے دیکھا ہے کہ پانی کا نقصان اور گرمی کا نقصان یہ دو ایسی چیزیں ہیں جو قوم میں عام پائی جاتی ہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ ہمارے خود پاکستان سے یہاں آکر جو بسنے والے ہیں بے ضرورت ہیٹر جلاتے ہیں۔ بے ضرورت آگ جلتی رہتی ہے اس کے اُوپر تپیلی ہو یا نہ ہو، عورتیں پرواہ نہیں کرتیں۔ بے ضرورت پانی بہتے رہتے ہیں۔ اس سے

بہت کم ہیں انسان اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے اور قومی طور پر جو فائدہ ہے وہ تو ہے لیکن بنیادی طور پر ہر انسان کو اِن باتوں کی طرف توجہ دینے کے نتیجہ میں اپنی اخلاقی تعمیر میں مدد ملتی ہے اور اس سے بچّوں کی تربیت میں بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بجلیوں کو دیکھ لیجئے مَیں نے دیکھا ہے گھروں میں لوگ بے وجہ بجلیاں جلتی چھوڑ جاتے ہیں۔ ریڈیو آن کیا ہے یا ٹیلیویژن آن کیا ہے تو کمرے سے چلے گئے اور خالی کمروں میں بجلیاں بھی جل رہی ہیں، ریڈیو آن ہیں یا ٹیلیویژن آن ہیں۔ کئی دفعہ مَیں اپنے گھر میں اپنے بچّوں سے کہا کرتا ہوں کہ ہمارے گھر جِن ہیں کیونکہ مَیں کمرے میں گیا وہاں بجلی جل رہی تھی اور ٹیلیویژن چلا ہوا تھا معلوم ہوتا ہے کوئی ایسی غیر مرئی مخلوق ہے جو آکر یہ کام کر جاتی ہے۔ انسانوں کو تو زیب نہیں دیتا کہ اِس طرح بے وجہ خدا کی ان نعمتوں کو ضائع کریں تو بارہا یہ دیکھا ہے۔ تربیت کرنی پڑتی ہے لیکن صبر کے ساتھ بدتمیزی کے ساتھ نہیں۔ اور یہ جو دو باتیں ہیں یہ اکٹھی چلیں گی یعنی حوصلے کی تعلیم اور نقصان سے بچنے کا رجحان۔ کسی قسم کا قومی نقصان نہ ہو۔ اِس کے نتیجہ میں اندرونی طور پر بھی آپ کی ذات کو، آپ کے خاندان کو فوائد پہنچیں گے اور بڑے ہو کر تو اس کے بہت ہی عظیم الشان نتائج نکلتے ہیں۔ وہ لوگ جن کو چھوٹے چھوٹے نقصانوں کی پرواہ نہیں ہوتی جب وہ تجارتیں کرتے ہیں تو اپنی طرف سے وہ حوصلہ دکھا رہے ہوتے ہیں کہ اچھا یہ ہو گیا، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اچھا وہ نقصان ہو گیا کوئی فرق نہیں پڑتا ہم اور آگے کما لیں گے۔ یہ جہالت کی باتیں ہیں۔ اچھے تاجر وہی ہوتے ہیں جو چھوٹے سے چھوٹا نقصان بھی برداشت نہ کریں اور حوصلے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اپنے نقصان کو آنکھوں کے سامنے ہوتا دیکھیں اور روکنے کی کوشش نہ کریں۔

چوتھی بات غریب کی ہمدردی اور دُکھ دُور کرنے کی عادت ہے۔ یہ بچپن ہی سے پیدا کرنی چاہیئے۔ جن بچّوں کو نرم مزاج مائیں غریب کی ہمدردی کی باتیں سُناتی ہیں اور غریب کی ہمدردی کا رجحان ان کی طبیعتوں میں پیدا کرتی ہیں وہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مستقبل میں ایک عظیم الشان قوم پیدا کر رہی ہوتی ہیں جو خَیرَ اُمَّۃٍ بننے کی اہل ہو جاتی ہیں لیکن وہ مائیں جو خود غرضانہ رویہ رکھتی ہیں اور اپنے بچّوں کو ان کے اپنے دُکھوں کا احساس تو دلاتی رہتی ہیں غیر کے دُکھ کا احساس نہیں دلاتیں وہ ایک خود غرض قوم پیدا کرتی ہیں جو لوگوں کے لئے مصیبت بن جاتی ہے۔ اِس لئے انسانی ہمدردی پیدا کرنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ اس کے بغیر آپ اس اعلیٰ مقصد کو پا نہیں سکتے جس کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

تم دُنیا کی بہترین اُمّت ہو جس کو خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے فوائد کے لئے پیدا فرمایا ہے اِس لئے ہم اپنی زندگی کا قومی مقصد کھو دیں گے۔ اگر ہم بچپن ہی سے اپنی اولاد کو لوگوں کی ہمدردی کی طرف متوجہ کریں اور عملاً اُن سے ایسے کام نہ لیں اور ان کو ایسے کام نہ سکھائیں جس کے نتیجہ میں غریب کی ہمدردی اُن کے دل میں پیدا ہو اور اس کی لذّت یابی بچپن ہی سے شروع ہو جائے۔ لذّت یابی سے مراد میری یہ ہے کہ اگر کسی بچّے سے کوئی ایسا کام کروایا جائے جس سے کسی کا دُکھ دُور ہو تو اُس کو ایک لذّت محسوس ہو گی۔ اگر محض زبانی بتایا جائے تو وہ لذّت

محسوس نہیں ہوگی اور جب تک نیکی کی لذّت محسوس نہ ہو اُس وقت تک نیکی دوام نہیں پکڑا کرتی۔ اس وقت یہ محض نصیحت کی باتیں ہیں اس لئے اس کے دو پہلو ہیں۔ آپ اپنے بچوں کو اچھی کہانیاں سُنا کر، سبق آموز نصیحتیں کر کے، سبق آموز واقعات سُنا کر غریبوں کی ہمدردی کی طرف مائل کریں۔ دُکھ والوں کے دُکھ دُور کرنے کی طرف مائل کریں۔ ہر وہ شخص جو مصیبت زدہ ہے کسی تکلیف میں مبتلا ہے، یہ احساس پیدا کریں کہ مصیبت دُور ہونی چاہیئے۔ اس کی تکلیف دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ خدمت کا جذبہ ان کے اندر پیدا کریں بلکہ اس کے ساتھ مواقع بھی مہیا کریں۔ یہاں عام طور پر ایسے مواقع میسّر نہیں آتے، یعنی روزمرّہ کی زندگی میں۔ کیونکہ یہ ایک ایسا ملک ہے جہاں امیروں اور غریبوں کے درمیان فاصلے بہت ہیں یا درمیانے طبقہ کے درمیان اور غریبوں کے درمیان بہت فاصلے ہیں لیکن ہمارے ملکوں میں، غریب ملکوں میں، تیسری دُنیا کے ملکوں میں تو غریب اور امیر ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ہر روز ان کی گلیوں، ان کی بازاروں میں غربت تکلیف اُٹھاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور محسوس ہوتی ہے۔ وہاں تو نہ صرف یہ کہ کام بہت آسان ہے کہ عملاً بچوں کو بچپن ہی سے لوگوں کی تکلیفیں دُور کرنے کی عادت ڈالی جائے بلکہ مشکل بھی ہے کہ تکلیفیں اتنی ہیں کہ انسان کے حدِ استطاعت سے بہت بڑھی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے ہی ملکوں کے متعلق، غالباً ایسے ہی ماحول میں غالب نے یہ کہا تھا کہ ؎

کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند　　کس کی حاجت روا کرے کوئی

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ حاجتیں پوری کرنا ہمارے بس سے بڑھ گیا ہے اس لئے ہم حاجت پوری کرنا چھوڑ دیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کس کس کی کرے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ ہر ایک کی کرے۔ پس جس کسی کی بھی جتنی حاجت بھی آپ دُور کر سکتے ہیں خود بھی کریں اور بچوں سے کروائیں۔ اور بچپن میں اگر اس کی عادت پڑ جائے تو اس کے نتیجہ میں بچہ جو لذّت محسوس کرتا ہے وہ اس نیکی کو دوام بخش دیتی ہے اور پھر بڑے ہو کر خدام الاحمدیہ میں جا کر یا لجنہ کی بڑی عمر کو پہنچ کر پھر ان تنظیموں کو ان میں محنت نہیں کرنی پڑے گی اور بنے بنائے بااخلاق افرادِ قوم میسّر آئیں گے جو پھر بڑے بڑے کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو مستعد اور تیار پائیں گے۔

آخر پر پانچویں بات جو میں نے آج کے خطاب کے لئے چُنی ہے وہ مضبوط عزم اور ہمّت ہے مضبوط عزم اور ہمّت اور نرم دلی اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ اگر یہ اکٹھے نہ ہوں تو ایسا انسان کمزور تو ہوگا بااخلاق نہیں ہوگا۔ نرم دلی جب آپ پیدا کرتے ہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایسا نرم دل انسان اور ایسا نرم خُو انسان مشکلات کے وقت گھبرا جائے اور مصائب کا سامنا کرنے کی طاقت نہ پائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیقِ اکبر اس لحاظ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے تاریخ میں ایک کامل نمونہ کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ یہ نمونہ اگرچہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے حاصل کیا مگر آپ کی زندگی میں ایک ایسا مقام آیا جہاں اس خُلق نے نمایاں ہو کر ایک ایسا عظیم الشان کردار ادا کیا ہے کہ جس کے نتیجہ میں ہمیشہ کے لئے ہم آپؓ کی مثال دُنیا کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ بے حد نرم خُو اور نرم دِل ہونے کے باوجود جب اسلام پر آپ کی خلافت کے پہلے دن ہی مصیبت کا دَور پڑا ہے

عظیم مصیبت واقع ہوئی ہے اور مشکلات کا دور شروع ہوا ہے تو وہ شخص جو دنیا کی نظر میں اتنا نرم دل تھا، اتنا نرم خو تھا کہ معمولی سی تکلیف کی بات سے ہی اس کے آنسو رواں ہو جایا کرتے تھے کسی کی چھوٹی سی تکلیف بھی وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا، اتنے حیرت انگیز عزم کے ساتھ ان مشکلات کے مقابل پر کھڑا ہو گیا ہے کہ جیسے سیلاب کے سامنے کوئی عظیم الشان چٹان کھڑی ہو جاتی ہے۔ ایک ذرّہ بھی اس کے سرکنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اِس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت اپنے نرم دل سے عظمت کا ایک پہاڑ نکلتا ہوا دنیا کو دکھایا۔ پس نرم دلی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان مشکلات کے وقت کمزور ہو یا بڑھتی ہوئی مشکلات کے سامنے ہمت ہار جائے۔ بچپن سے یہ خلق پیدا کرنا چاہیئے کہ ہم نے شکست نہیں کھانی۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق یہ جو فقرہ ہے یہ ایک عظیم الشان فقرہ ہے جو آپ کے اِس عظیم خُلق پر روشنی ڈالتا ہے کہ

"میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں"

بہت ہی بلند تعلیم ہے اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عظیم خُلق پر روشنی ڈالنے والا یہ ایک بہت ہی پیارا فقرہ ہے کہ میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ہے۔ پس حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے وابستہ ہونے والوں کی سرشت میں بھی ہرگز ناکامی کا خمیر نہیں ہونا چاہیئے اور یہ عزم اور ہمت بچپن ہی سے پیدا کئے جائیں تو پیدا ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہمتیں ہار جاتے ہیں امتحان میں فیل ہو جائیں تو زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ زندگی کی کوئی مراد پوری نہ ہو تو ان کا سارا فلسفۂ حیات ایک زلزلے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ سوچتے ہیں پتہ نہیں خدا بھی ہے کہ نہیں۔ اُن کی چھوٹی سی کائنات تنکوں کی بنی ہوئی ہوتی ہے اور معمولی سا زلزلہ بھی ان کی خاک اُڑا دیتا ہے۔ اِس لئے وہ قومیں جنہوں نے دُنیا میں بہت بڑے بڑے کام کرنے ہیں عظیم الشان مقاصد کو حاصل کرنا ہے اور عظیم الشان ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے جن کا مشکلات کا دَور چند سالوں سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ صدیوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر مشکل کو انہوں نے سَر کرنا ہے۔ ہر مصیبت کا مردانگی سے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ ہر زور آور دشمن سے ٹکر لینی ہے اور اس کو ناکام اور نامراد کر کے دکھانا ہے، ایسی قوموں کی اولادیں اگر بچپن ہی سے عزم کی تعلیم نہ پائیں تو آئندہ نسلیں پھر اس عظیم الشان کام کو سرانجام نہیں دے سکیں گی۔ اِس لئے بہت ہی ضرورت ہے کہ جہاں نرم کلام بچے پیدا کریں، جہاں نرم دل بچے پیدا کریں، جہاں نرم خُو اولاد پیدا کریں جو دوسروں کی ادنیٰ سی تکلیف سے بھی بے چین اور بے قرار ہو جائے اور ان کے دل کسی دوسرے کے دل کے غم سے پگھلنا شروع ہو جائیں، اس کے باوجود اس اولاد کو عزم کا پہاڑ بنا دیں اور بلند ہمتوں کا ایک ایسا عظیم الشان نمونہ بنا دیں کہ جس کے نتیجہ میں قومیں ان سے سبق حاصل کریں۔

یہ وہ پانچ بنیادی اخلاق ہیں جو مَیں سمجھتا ہوں کہ ہماری تنظیموں کو خصوصیت کے ساتھ اپنے تربیتی پروگرام میں پیشِ نظر رکھنے چاہئیں۔ اِن پر اگر وہ اپنے سارے منصوبوں کی بناء ڈال دیں اور سب سے زیادہ توجہ ان اخلاق کی طرف کریں تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اس کا فائدہ آئندہ سَو سال ہی نہیں بلکہ سینکڑوں سال تک بنی نوع انسان کو پہنچتا

رہے گا کیونکہ آج کی جماعتِ احمدیہ اگر اِن پانچ اخلاق پر قائم ہو جائے اور مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے اور ان کی اولادوں کے متعلق بھی یہ یقین ہو جائے کہ یہ بھی آئندہ انہیں اخلاق کی نگران اور محافظ بنی رہیں گی اور ان اخلاق کی روشنی دوسروں تک پھیلاتی رہیں گی اور پہنچاتی رہیں گی تو پھر میں یقین رکھتا ہوں کہ ہم امن کی حالت میں اپنی جان دے سکتے ہیں۔ سکون کے ساتھ اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر سکتے ہیں اور یقین رکھ سکتے ہیں کہ جو عظیم الشان کام ہمارے سپرد کئے گئے تھے ہم نے جہاں تک ہمیں توفیق ملی ان کو سرانجام دیا۔

دوسرا پہلو مختصراً عبادات کا پہلو ہے۔ اِس سلسلہ میں مَیں بارہا جماعت کو پہلے بھی متوجہ کر چکا ہوں کہ ابتدائی چیزوں کی طرف بہت ہی توجہ دینے کی ضرورت ہے اور ان میں سب سے ابتدائی اور سب سے اہم نماز ہے۔ ہماری نمازوں میں ابھی کئی قسم کے خلاء ہیں جو بلند تر منازل سے تعلق رکھنے والے خلاء ہیں ان کا مَیں تفصیل سے ذکر کر چکا ہوں لیکن اب مَیں آپ کو اس بنیادی کمزوری کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ ہمارے اندر آج کی نسلوں میں بھی بہت سے بچے ایسے ہیں جن کو پانچ وقت نماز پڑھنے کی عادت نہیں ہے۔ بہت سے نوجوان ایسے ہیں جن کو پانچ وقت نماز پڑھنے کی عادت نہیں ہے۔ بہت سے بوڑھے ایسے ہیں جن کو پانچ وقت نماز پڑھنے کی عادت نہیں ہے اور یہ بات ہمیں روزمرہ نظر آنی چاہیئے اور ہمیں اس سے بے چین ہو جانا چاہیئے تنظیمیں کیوں اِس سے بے چین نہیں ہوتیں تنظیمیں کیوں یہ کمزوری نہیں دیکھتیں اور کیوں خصوصیت کے ساتھ اِن باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتیں۔ صرف نماز پڑھنا کافی نہیں نماز ترجمے کے ساتھ پڑھنا بہت ضروری ہے اور نماز کا ترجمہ ہر احمدی کو آنا چاہیئے خواہ وہ بچہ ہو، جوان ہو یا بوڑھا۔ مرد ہو یا عورت۔ ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کا ترجمہ جانتا ہو اور اس حد تک یہ ترجمہ رواں ہو کہ جب وہ نماز پڑھے تو سمجھ کر نماز پڑھے۔ عبادت کے مضمون میں تو بہت سی وسیع باتیں ہیں۔ بہت سی باتیں ہیں جو اپنے اندر پھر اَور بہت سی منازل رکھتی ہیں لیکن سب سے بنیادی بات یہی ہے کہ ہم اپنی جماعت کو مکمل طور پر نماز پر قائم کر دیں۔ کسی اَور نیکی کی اتنی تلقین قرآن کریم میں آپ کو نہیں ملے گی جتنی قیامِ عبادت کی تلقین ہے۔ قیامِ صلوٰۃ کی تلقین ہے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کی تلقین بھی ہمیشہ اس کے ساتھ وابستہ کی گئی ہے۔ پس قرآن کریم کی تعلیم کی رُوح یہی ہے کہ ہم اپنی عبادات کو کھڑا کر دیں اور اپنے پاؤں پر مضبوطی کے ساتھ ان کو اس طرح مستحکم کر دیں کہ کوئی ابتلاء، کوئی زلزلہ، کوئی مشکل ہماری نمازوں کو گرا نہ سکے۔ اس کے لئے پہلا بنیادی قدم یہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص نماز با ترجمہ جانتا ہو اور نماز پانچ وقت پڑھنے کا عادی ہو اور دوسری چیز اس کے ساتھ ملانے والی یہ ضروری ہے کہ صبح تلاوت کی عادت ڈالیں ہر شخص جو نماز پڑھتا ہے اس کو یہ عادت پڑ جائے کہ کچھ نہ کچھ تلاوت ضرور کرے۔ یہ بنیاد اگر قائم ہو جائے تو اس کے اُوپر پھر عظیم الشان عبادات کی عمارتیں قائم ہو سکتی ہیں، منازل نئی سے نئی بن سکتی ہیں، عبادتوں کو نئی رفعتیں حاصل ہو سکتی ہیں مگر یہ بنیاد نہ ہو تو اُوپر کی منزلیں بن ہی نہیں سکتیں۔ اِس لئے خدام الاحمدیہ، انصاراللہ اور لجنات کو اپنے آئندہ کے پروگراموں میں سب سے زیادہ اہمیت اِس بات کو دینی چاہیئے کہ ان کی مجالس کے اندر ایک بھی فرد نہ رہے جو نماز کا ترجمہ نہ جانتا ہو اور پنجوقتہ نماز پر قائم نہ ہو۔ باقی ساری باتیں انشاءاللہ رفتہ رفتہ سکھائی جائیں گی۔

(باقی صفحہ ۴۷ پر)

صدر خدام الاحمدیہ پاکستان کا پیغام

خدام کے نام!

پیارے خدام بھائیو!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ جانتے ہیں کہ امسال سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس عاجز کی منظوری براسئے صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان عطا فرمائی ہے۔ اور یہ دعا بھی دی ہے کہ "اللہ تعالیٰ بہترین مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے" آمین

ہر چند کہ اس عظیم الشان ذمہ داری کے مقابل پر میں بہت کمزور اور نالائق ہوں مگر ہمارا یہ بھی ایمان کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ امام وقت کے فیصلوں میں بہت برکت رکھتا ہے اور وہ منشاء الٰہی کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ (النور: ۵۵) اس لیئے اپنے پیارے امام کی دعاؤں کے طفیل امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں سے نوازتا چلا جائے گا اور مقبول خدمات کی توفیق بخشے گا انشاء اللہ۔

پس اے خدام احمدیت! خدمات کے اس میدان میں میں آپ سب کو تعاون کیلئے بلاتا ہوں ——— میں خوب جانتا ہوں کہ آپ اس قوم کے جوان ہیں جو اپنے امام کی ایک انگلی کے اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیئے ہمہ وقت آمادہ اور تیار ہے۔ مگر پھر بھی میں جو آپ کی خدمت پر مقرر کیا گیا ہوں میرا فرض ہے کہ آپ کو آپ کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاؤں۔ آپ کو بتاؤں کہ ہماری اولین ذمہ داری قیام عبادت اور بنی نوع انسان کی خدمت ہے ——— آپ کو یاد دلاؤں اپنے نفس کے بھی ہم پر حق ہیں۔ پس ایک طرف جسمانی صحت کے معیار بڑھانا اور لغویات سے کنارہ کشی کرتے ہوئے لذتوں کے اعلیٰ ذوق تلاش کرنا ہمارا مطمح نظر ہے تو دوسری طرف روحانی اور اخلاقی اقدار کی سربلندی

ہمارا نصب العین :-

- ہم ہیں جنہوں نے حق اور سچ بات کہنے کی رسم کو پھر سے زندہ کرنا ہے خواہ تختۂ دار پر کیوں نہ کھینچے جائیں۔
- ہم ہیں جنہوں نے دُنیا کے دل جیتنے ہیں مگر بندوق اور تلوار سے نہیں بلکہ محبت و پیار اور نرم گفتار سے۔
- اور ہاں! مظلوم ہو کر بھی دُکھی انسانیت کی خدمت ہم نے کرنی ہے اور پیغامِ حق پہنچاتے چلے جانا ہے مگر صبر کے ساتھ اور وسعتِ حوصلہ کے ساتھ!
- ہم ہی ہیں جن کے عزم کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں اور ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔!

پس اے جوانانِ احمدیت! آگے بڑھو اور اخلاقی اقدار سے ناآشنا معاشرے کو خوبصورت اخلاق کی لذتوں سے آشنا کرو اور خدمات کے ایسے مقامِ محمود تلاش کرو کہ عرش کا خدا بھی تم سے راضی ہو اور آسمان کے فرشتے بھی آفرین کہہ اُٹھیں۔

مَیں آپ کو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بابرکت اور پاکیزہ الفاظ میں دعوتِ سعی و عمل دیتا ہوں ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

اے جوانو! کوشش کرو تا دین میں قوت پیدا ہو اور ملت کے باغ میں پھر سے بہار اور رونق آ جائے۔

خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔!!!

والسلام

خاکسار

حافظ مظفر احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

سپاسنامہ

بخدمت مکرّم محمود احمد صاحب سابق صدر مجلس خدّام الاحمدیہ مرکزیّہ

از یکم نومبر ۱۹۷۹ء تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۹ء

محترم محمود احمد صاحب!

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی دس سال تک کامیاب قیادت فرمائی ہے۔ اور آج کی یہ تقریب جس میں سلسلہ کے بزرگ اور بے لوث خدمات بجالانے والے کارکن شریک ہیں اس لیے منعقد کی گئی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ آپ کی خدمت میں امتثالِ امر کے طور پر جذباتِ شکر و سپاس پیش کرے اور دعاؤں کے جلو میں آپ کو اعزاز کے ساتھ رخصت کرے۔

مجلس خدام الاحمدیہ میں آپ کا دَورِ صدارت امامتِ احمدیہ کی روحانی برکتوں اور دعاؤں کی قبولیت کا ایک زندہ نشان ہے۔ جب سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدام الاحمدیّہ کا صدر مقرر کیا تو یہ فیصلہ سطحی نظر رکھنے والوں کے لئے باعثِ حیرت تھا کہ ایک ایسا نوجوان جو اپنی عمر، تجربہ اور مقبولیت کے لحاظ سے کئی لوگوں سے پیچھے ہے وہ یہ نازک اور اہم ذمّہ داری کس طرح ادا کرے گا۔ مگر پھر ایک عالَم نے دیکھا کہ امام جماعت کے منتخب کردہ نمائندہ نے فی الواقع اپنے آپ کو اِس منصب کا اہل ثابت کیا۔ وہ خدام الاحمدیہ کو اس مقام سے کہیں آگے لے گیا جہاں وہ اس قیادت کے آغاز کے وقت تھی۔

چنانچہ سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے سالانہ اجتماع ۱۹۸۱ء کے موقع پر آپ کے بارہ میں فرمایا:۔

”پچھلے سال خدام الاحمدیہ کے صدر کا جو انتخاب ہوا اس میں ووٹوں کے لحاظ سے محمود احمد صاحب پانچویں نمبر پہ تھے اور مَیں یہ سبق جماعت کو دینا چاہتا تھا کہ جن چار کو

ووٹ زیادہ ملے اُن کے کام میں برکت اُن کے ووٹوں کی وجہ سے نہیں ہوگی بلکہ جو مخلصانہ نیت سے قدرتِ ثانیہ (ناقل) کی اتباع کرے گا وہی برکت حاصل کرے گا چنانچہ پانچویں نمبر پر جو محمود احمد صاحب بنگالی تھے اُن کو میں نے صدر مقرر کر دیا۔ بڑے مخلص آدمی ہیں۔ اللہ ان کے اخلاص میں ترقی دے۔ بڑا کام کیا۔ دعائیں لیں۔"

مکرم محمود احمد صاحب!

خدمات کی قبولیت کا اِس سے بڑا سرٹیفکیٹ اَور کیا ہو سکتا ہے۔ لاریب آپ کی کامیابی کا راز قدرتِ ثانیہ کی بے لوث اطاعت اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی پُرسوز دعائیں تھیں۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہیں مگر اپنے آپ کو ان کا مورد بنانے کے لیے جذبات و خواہشات کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی محض خدا کی خاطر خدمتِ دین کے لیے وقف کی اور اپنے آبائی وطن سے سینکڑوں میل دُور مرکزِ سلسلہ میں آکر دینی تعلیم کے لیے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ اِس دَوران میں آپ نے بطور زعیم ناصر ہوسٹل اور پھر مہتمم مقامی کی عاملہ میں خدمات سرانجام دیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی عاملہ میں آپ پہلی بار ۱۹۷۶ء میں بطور مہتمم مقامی شامل ہوئے اور تین سال اس عہدے پر فائز رہے۔

سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے آپ کو یکم نومبر ۱۹۷۹ء سے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا صدر مقرر فرمایا اور آپ نے مسلسل دس سال تک عظیم الشان خدمت سے عہدہ برآ ہونے کی سعادت پائی جو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے گیارہ سالہ عرصۂ صدارت کے بعد سب سے لمبا دَور ہے۔

آپ کے دَور میں خدام الاحمدیہ نے کئی شعبوں میں نمایاں طور پر قدم آگے بڑھایا جس میں بالخصوص شعبۂ خدمتِ خلق اور اندرون و بیرونِ پاکستان دَورہ جات کے ذریعہ مجالس سے رابطہ اور ان میں رونما ہونے والی غیر معمولی بیداری ہے۔

آپ نے اسیروں کی بھلائی اور بہبودی کے لیے "اسیران ٹرسٹ" قائم کیا جس کے تحت اُن کی ضروریات پوری کرنے اور اُن کے دُکھوں کا مداوا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ صد سالہ جشنِ تشکر کے موقع پر مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے ایک ایمبولینس مخلوقِ خدا کی خدمت کے لیے چلائی گئی ہے۔ جس سے کمزور طبقہ خصوصاً فائدہ اُٹھا رہا ہے۔

- بیوت الحمد میں خدام الاحمدیہ نے بھاری عطیہ پیش کیا ہے۔
- خدام الاحمدیہ کے کارکنان کے لیے کوارٹرز تعمیر کرنے کی خاطر زمین خریدی گئی۔ مزید برآں تراجم قرآن فنڈ میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے گرانقدر عطیہ پیش کرنے کی سعادت پائی۔

آپ نے پاکستان سے باہر خدام الاحمدیہ کی تنظیمی ترقی کے لیے کئی ممالک کا دَورہ فرمایا۔ ان میں

سب سے تفصیلی دورہ ۱۹۸۷ء کا سہ براعظمی دورہ تھا جس میں آپ نے یورپ، امریکہ اور مغربی افریقہ کے ۱۱ ممالک ہالینڈ، بلجیم، مغربی جرمنی، برطانیہ، امریکہ، گیمبیا، سینیگال، سیرالیون، لائبیریا، آئیوری کوسٹ اور گھانا کا سفر اختیار فرمایا۔ کسی صدر مجلس خدام الاحمدیہ کا ان ممالک کا یہ پہلا دورہ تھا۔ ۱۹۸۹ء میں آپ نے انڈونیشیا، ملائشیا اور سنگاپور کا دورہ کیا۔

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ کے پہلے دورہ ۱۹۸۲ء کے دوران قافلے میں شمولیت کی توفیق پائی۔

اندرون پاکستان بھی بڑی کثرت کے ساتھ تربیتی کلاسز اور ضلعی و علاقائی اجتماعات کا سلسلہ جاری ہوا جس میں خود صدرِ مجلس، مہتممین اور دیگر مرکزی نمائندگان کی شرکت سے تنظیموں میں بیداری کی ایک نئی لہر پیدا ہوئی۔

آپ کے دور میں خدام الاحمدیہ کے گیسٹ ہاؤس کی بالائی منزل تعمیر ہوئی۔ گزشتہ سال کے وسط میں ایوان محمود کی چھت کو آگ لگی اور کسی نئی مالی تحریک کے بغیر جوبلی سال کے آغاز سے پہلے ہال کی نئی خوبصورت اور دیدہ زیب چھت مکمل ہو گئی۔

۱۹۸۴ء سے شروع ہونے والے جماعتی دورِ ابتلاء میں آپ کی قیادت میں خدام الاحمدیہ نے قربانی اور صبر و استقامت کا نمونہ دکھایا۔ اس پر حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے بارہا خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ جو آپ کی خدمات کی قبولیت کا آئینہ دار ہے۔

آپ کے دور کو خدا تعالیٰ نے کئی تاریخی اعزازات بھی عطا فرمائے ہیں۔ آپ نے ہجری کیلنڈر کے لحاظ سے چودھویں اور پندرھویں دونوں صدیوں میں اور اسی طرح جماعت کی پہلی اور دوسری دونوں صدیوں میں خدمت کی توفیق پائی۔ آپ ہی کے عہد میں خدام الاحمدیہ اپنے پچاس سال پورے کر کے ۵۱ ویں سال میں داخل ہوئی۔

آپ کے دورِ صدارت کے اختتام کے ساتھ ہی مجلس خدام الاحمدیہ کا عالمگیر مجالس سے رابطہ کا نظام بھی تبدیل ہو چکا ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک تاریخ ساز دور تھا جس میں کامرانیوں اور فتوحات کی بنیادیں پڑیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ان خدمات اور قربانیوں کو قبول فرمائے اور نئے آنے والے صدر مکرم حافظ مظفر احمد صاحب کو یہ بنیادیں مضبوط تر کرنے اور ان پر عظمتوں سے معمور نہ مٹنے والی عمارتیں قائم کرنے کی توفیق دے۔

ہماری دعائیں ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے ساتھ رہیں گی آپ بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ہم ہیں!

ممبران مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

کریما صد کرم کن

(منظوم کلام حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ)

۱۔ بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

۲۔ بہ جنبید از پئے کوشش کہ از درگاہِ ربانی
زبہرِ ناصرانِ دینِ حق نصرت شود پیدا

۳۔ ز بذلِ مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

۴۔ دو روز عمر خود در کارِ دیں کوشید اے یاراں
کہ آخر ساعتِ رحلت بصد حسرت شود پیدا

۵۔ بمفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان ست ایں بہر حالت شود پیدا

۶۔ کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصرِ دین است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

۷۔ چناں خوش دار او را اے خدائے قادرِ مطلق
کہ در ہر کار و بار و حالِ او جنت شود پیدا

ترجمہ: ۱۔ اے جوانو! کوشش کرو کہ دین میں قوت پیدا ہو۔ اور ملت کے باغ میں بہار اور رونق آئے۔

۲۔ کوشش کے لیئے حرکت میں آؤ کہ خدا کی درگاہ سے دین کے مددگاروں کے لیئے ضرور نصرت ظاہر ہوتی ہے

۳۔ اس کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کوئی مفلس نہیں ہو جایا کرتا۔ اگر ہمت پیدا ہو جائے تو خدا خود ہی مددگار بن جاتا ہے۔

۴۔ اے دوستو! اپنی عمر کے دو دن دین کے کام میں گزارو کہ آخر کار مرنے کی گھڑی سینکڑوں حسرتیں لے کر آجائے گی۔

۵۔ اے بھائی! مفت میں تجھے نصرت کا یہ بدلہ دے رہے ہیں ورنہ یہ تو آسمانی فیصلہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا۔

۶۔ اے خداوند کریم سینکڑوں مہربانیاں اس شخص پر کر جو دین کا مددگار ہے اگر کبھی آفت آئے تو اسکی مصیبت کو ٹال دے۔

۷۔ اے خداوند قادرِ مطلق اسے ایسا خوش رکھ کہ اس کی حالت اور سب کاروبار میں ایک جنت پیدا ہو جائے۔

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام

خدّام کے نام

ذیل میں محترم سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کا وہ خصوصی پیغام درج کیا جا رہا ہے جو محترم صاحبزادہ صاحب نے اپنی صدارت کے آغاز پر خدام الاحمدیہ کے نام دیا تھا۔ اُمید ہے خدام بھائی اِس پیغام کو غور سے پڑھیں گے اور اس کے مندرجات پر عمل کرنے کی کوشش کرینگے۔

(ادارہ)

میرے خدام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مدیرانِ خالد کو اصرار ہے کہ اپنی صدارت کے آغاز پر اپنے خدام بھائیوں کے نام کوئی پیغام دوں۔ میری طرح آپ سب بھی بخوبی جانتے ہیں کہ صدر مجلس خدام الاحمدیہ کا کام نہ کبھی پہلے پالیسی وضع کرنا تھا نہ اب ہے نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ پس ظاہر ہے کہ کسی صدر کے بدلنے سے پالیسی کے بدلنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ پالیسی وہی ہوگی جو مجلس کے قیام کے دن سے چلی آرہی ہے اور آئندہ بھی مجھے یقین ہے کہ اسی طرح چلے گی یعنی کامل خلوص اور وفا اور جذبۂ اطاعت کے ساتھ بانیٔ مجلس خدام الاحمدیہ حضرت فضلِ عمر اور "امامِ وقت" ایدہ اللہ کی بیان فرمودہ ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کرنا اور اُس لائحۂ عمل کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے کوشاں رہنا جو قرآن، سُنّت اور حدیثِ نبوی کی روشنی میں قدرتِ ثانیہ کے مظاہر ہمارے لیئے پہلے تیار فرما چکے ہیں یا آئندہ تیار فرمائیں۔

یہ وہ پالیسی ہے جس پر مجھ سے قبل صدرانِ مجلس چلتے رہے اور اسی میں نیک بختی اور سعادت جانی اور یہی وہ پالیسی ہے جس پر چلنے کی توفیق میں اپنے رب سے مانگتا رہوں گا اور آپ سے بھی استدعا ہے کہ آپ بھی میرے لیئے اور اپنے لیئے یہی دُعا کرتے رہیں اور اسی نیک مقصد کے حصول کے لیئے دل وجان سے کوشاں رہیں۔

ایک فرق

باوجود اس کے کہ اغراض و مقاصد کی تعیین اور حصولِ مقاصد کے ذرائع کی اصولی حدبندی فرمانا

جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں "قدرتِ ثانیہ کے مظاہر" کا کام ہے تاہم جہاں تک کوششوں کی تفصیل کا تعلق ہے اس سے انکار نہیں کہ ہر شخص جس پر کوئی ذمہ داری ڈالی جاتی ہے اپنی اپنی افتادِ طبع، زاویۂ نگاہ اور فکری اور عملی طاقتوں کے لحاظ سے اپنے مخصوص رنگ میں اُسے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس مقصد اور حصولِ مقصد کی راہ معین ہی کیوں نہ ہو کارکنان کے بدلنے سے طریق کار میں کچھ جزئی تبدیلیاں ضرور واقع ہو جاتی ہیں جن سے مفر نہیں۔ اور یہیں سے میرے لئے اور اُن سب خدام بھائیوں کے لئے خوف کا مقام شروع ہوتا ہے جو مجلس خدام الاحمدیہ کے نظام میں کسی نہ کسی خدمت پر مامور ہوں گے۔ بس اس پہلو سے بھی اپنے خدام بھائیوں سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ جس طرزِ عمل کو ہم احسن سمجھتے ہوئے اختیار کریں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی وہ احسن ٹھہرے اور ہم اُس خوش قسمت گروہ میں شمار ہوں جس کا قرآن کریم "اھدیٰ سبیلاً" کے الفاظ میں ذکر فرماتا ہے۔

تا شرطِ زندگی و توفیقِ ایزدی ہم سب خدامِ احمدیت دو سال کے لئے ایک ایسے سفر میں شریک رہیں گے جس کی قیادت کی ذمہ داری سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (ناقل) نے اس عاجز کے کندھوں پر ڈالی ہے۔ اپنی بے بضاعتی اور نااہلی پر جب نظر پڑتی ہے تو دل خوف کھاتا ہے تاہم اپنے غفور رحیم خدا کی رحمتِ بے پایاں اور غفاری سے بھاری امید ہے کہ میری روحانی اور جسمانی کمزوریوں سے درگزر فرماتے ہوئے اس اہم ذمہ داری کو کما حقہٗ ادا کرنے کی توفیق بخشے گا۔ اور آپ سب خدام بھائیوں کے حق میں بھی میری عاجزانہ دعا یہی ہے کہ خدمت کے جس مقام پر بھی آپ فائز ہوں محض خادم ہوں یا زعیم یا منتظم یا ناظم یا مہتمم اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اور رحمتیں دائم آپ کے شاملِ حال رہیں اور بے ریا، خالصتاً للہ خدمتِ دین کی توفیق آپ کو نصیب ہو۔ یاد رکھیں کہ یہ مختلف عہدے تو محض انتظامی سہولتوں کی خاطر قائم کئے گئے ہیں ورنہ خدا تعالیٰ کے حضور وہی افضل اور اعلیٰ اور عزت سے یاد کئے جانے کے لائق ہے جو اپنی تمام طاقتیں اخلاص کی طشتری میں سجا کر اپنے رب کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ پھر خواہ اُسے اِذنِ خدمت ملے یا نہ ملے وہ اپنے رب کی نگاہ میں حقیقی معنوں میں خادم کہلانے کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ غرضیکہ جہاں تک روحانی مقام اور قربِ الٰہی کا تعلق ہے کوئی نہیں جانتا کہ صدر بہتر ہے یا ایک بے عہدہ خادم جو محض خدمت کے انتظار میں کھڑا ہے۔

پس اپنے لئے بھی اور جملہ عہدیداران مجلس خدام الاحمدیہ کے لئے بھی میری یہ عاجزانہ بلکتی ہوئی دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ان "عہدوں" کے (کہ جو دراصل خدمت ہی کے مختلف نام ہیں) حقوق ادا کرنے کی توفیق بخشے اور اپنے فضل و کرم سے ایسے کام کرنے کی توفیق بخشے جو خود اس کی نگاہ میں پسندیدہ ہوں۔

آخر پر اپنے جملہ بھائیوں کو اپنے آقا و مولا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زندگی بخش پیغام دے کر اس پیغام کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں اس بے مثل رسولؐ پر کہ مختصر، سادہ

اور عام فہم الفاظ میں حکمت کے خزانے لُٹا دیئے :-

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنُ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ وَشَیْءٍ مِّنَ الدُّلْجَۃِ " رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ - وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ : سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَیْءٌ مِّنَ الدُّلْجَۃِ : اَلْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا "

یعنی - حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی کہ آپؐ نے فرمایا :-

یقیناً دین آسان ہے اور جو بزور دین پر غالب آنے کی کوشش کرے گا دین اس پر ضرور غالب آجائے گا۔ (یعنی کسی میں یہ طاقت نہیں کہ زورِ عمل سے دین کے تمام حقوق ادا کردے۔) پس میانہ روی اختیار کرو اور حسب استطاعت عمل پیرا رہو اور (اس خوشخبری سے) خوش ہو جاؤ۔ اور (اللہ تعالیٰ سے) مدد مانگتے رہو۔ کچھ صبح کے وقت، کچھ شام کو اور کچھ رات کے وقت!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی پیارے ارشاد کے مطابق خدمتِ دین کا سفر طے کرنے کی توفیق بخشے۔ خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے کچھ صبح، کچھ شام کو، کچھ رات کے وقت حسبِ استطاعت میانہ روی کے ساتھ! آمین ؛

والسّلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ

ربوہ - یکم نومبر ۱۹۶۶ء

مقفّل کر رہے ہیں دوسروں کی سجدہ گاہیں پھر

(صابر ظفر)

ہوائے کوچۂ دلبر خزاں پرور لگی ہم کو
بہار آئی مگر دل کی زمیں بنجر لگی ہم کو

اگرچہ ہر رقیب رُو سیاہ انجام کو پہنچا
مگر عشّاق کی حالت بہت ابتر لگی ہم کو

کھنڈر لگنے لگا یہ شہر ہنگاموں کی شدّت سے
گھروں میں قید جو خلقت تھی وہ بے گھر لگی ہم کو

سِتم حد سے بڑھا اِتنا کہ اِس بے اعتباری میں
وفا کی بات پتھر کی طرح آکر لگی ہم کو

مقفّل کر رہے ہیں دوسروں کی سجدہ گاہیں پھر
ترے لوگوں کی بستی بھی بڑی کافر لگی ہم کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدام سے شفقت

(مکرم مرزا محمد الدین صاحب ناز استاذ الجامعہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

"تمہارے اعلیٰ اور ارفع خاندان سے تمہارے لئے ایک رسول آیا۔ اس پر تمہاری تکالیف گراں گزرتی ہیں۔ اور وہ تمہارے بارے میں بہت حریص ہے اور مومنوں کے لئے رؤف اور رحیم کی صفات سے متصف ہے۔"

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب اعجاز المسیح میں فرماتے ہیں (صرف اردو ترجمہ) :-

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عزیزٌ اور حریص کے الفاظ میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے فضل عظیم سے اس کی صفتِ رحمان کے مظہر ہیں کیونکہ آپؐ کا وجودِ مبارک سب جہانوں کے لئے رحمت ہے۔ بنی نوع انسان، حیوانات، کافروں، مومنوں سبھی کے لئے۔ پھر فرمایا بالمؤمنین رؤفٌ رحیمٌ اور اس میں آپؐ کو رحمان اور رحیم کے نام دیئے۔"

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۱۴-۱۱۵)

نیز حریصٌ علیکم ہیں۔ لغت میں الشفقۃ کے معنی لکھے ہیں "حرص علیٰ خیرہٖ و اصلاحہٖ" گویا حریصٌ علیکم سے مراد رؤفٌ رحیم کی مناسبت سے وہ شفقت اور رحمت اور محبت اور مروت ہے جو اپنی لامحدود وسعتوں کے باعث صبغۃ اللہ سے رنگین ہے اور یہ رنگ اتنا ہم آہنگ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نام ہی میرے پیارے آقاؐ کو دے دیئے گئے۔ سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے، آیا ہے۔ اور رؤف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی آپ پکارے گئے ہیں۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں گویا آپ کا دل ہاتھ سے نکلا جاتا تھا ایسا کہ گویا عنقریب اس پر غشی طاری ہو جائے گی اور گویا شدتِ قلق سے آپؐ کے اعضاء آپؐ سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ آپؐ کی ہمدردی نے آپؐ کو اس مقام تک پہنچا دیا کہ جو

باپ سے بڑھ کر اور ماں سے بڑھ کر اور
ہر ایک غمخوار سے بڑھ کر تھی۔"

گویا دونوں رؤف و رحیم وجودوں کی شفقتوں کا سمندر
ایک ہے۔ وہ پیار! وہ جذب! وہ عشق! وہ تڑپ
کہ پروانے کشاں کشاں محبت کی بھیک مانگنے ٹوٹے
پڑتے ہیں۔ کوئی یہ راگ گا رہا ہے :۔

"کان واللہ احب الینا من
اموالنا واولادنا وآبائنا وامھاتنا
ومن الماء البارد علی الظماء"

کہ خدا کی قسم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو وہ
ذات ہے جس پر ہمارے اموال قربان ہوں۔ ہماری
اولادیں نثار ہو جائیں۔ جن کے سامنے پدری شفقت
کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور ماں کی ممتا شرماتی ہے
اور ہمارے تو وہ ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ رگ
رگ میں سرایت کر چکی ہے۔

دوسرے کے زیر لب یہ ترانہ ہے کہ خدا کی قسم تم
یہ کہتے ہو کہ آج میری جگہ قتل ہونے کے لیے وہ پاک
ذات ہوتی اور میں اپنے گھر میں ہوتا۔ میری تو اس پر
جان جاتی ہے کہ اس ہستی کو کوئی کانٹا بھی چبھ جائے۔

ایک مستانی یہ گیت گاتی ہے :۔

"کل مصیبة بعدک جلل"

کہ میرے باپ کی شہادت، میرے بھائی کی موت اور
میرے خاوند کی جدائی ساری ایک ایک کر کے تجھ پہ
واری۔ تو زندہ ہے تو ایسی صدہا جانوں کا نذرانہ
کیا حقیقت رکھتا ہے۔

الغرض عشق اور پیار کی دنیا ہی نرالی ہے۔
شفقت اور رحمت کے انداز ہی انوکھے ہیں۔ یہاں
پیمانہ الٹ جاتا ہے اور سید القوم خادمھم
کی صدا بلند ہوتی ہے اور وہی مخدوم ٹھہرتا ہے
جو سب سے بڑا خادم ہو۔ چنانچہ آپؐ کی زندگی خادمانہ
گزری یا مخدومانہ دونوں رنگوں میں شفقتوں کا ایک
ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپؐ کے قدموں میں رواں
تھا۔ آپؐ کی رحمت و شفقت آپؐ کے تمام اخلاق
حسنہ میں جلوہ گر تھی۔ کبھی یہ جود و سخا بنی تو کبھی
عفو میں جلوہ گر ہوئی اور کبھی اس رحمت نے حلم و
صبر کا روپ دھار لیا۔ یہی رحمت تھی جو کبھی آنسو
بن کر آپؐ کی آنکھوں سے بہہ پڑی اور کبھی مسکراہٹوں
کی صورت میں آپؐ کے دہن مبارک پر کائنات کو
رعنائیاں بخش گئی۔ کبھی دعا بنی اور تیز ہواؤں کے
جھونکوں پہ برسات لائی۔ اور کبھی دعا بن کر سکینت و
اطمینان کے سامان لائی۔ اپنوں نے بھی اسکے جلوے
دیکھے اور غیروں نے بھی۔ چھوٹا بڑا، مرد و زن، کوئی
بھی اس سے محروم نہ رہا۔ خدا کی تمام مخلوق کو اس نے
اجنحۂ رحمت کے نیچے لئے رکھا اسی لئے فرمایا۔ وما
ارسلنٰک الا رحمة للعٰلمین۔

بچپن میں جس قبیلے کی مبارک خاتون سے دودھ
پیا وہاں اس خاندان میں دودھ کی فراوانی پیدا
کر دی اور برکتوں کا ایسا دروازہ کھولا کہ اس کے
مقدر میں ہی سعد لکھا گیا۔

عالم شباب آیا تو حضرت خدیجہؓ کے کلمات
اس جبل شفقت کی وادیوں سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ
اے پیارے آقا! اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں بحر الوہیت
میں گم ہونے کے لئے تیار کیا ہے۔ تو تو خدا تعالیٰ کی
رحمت کا کامل امین ہے اور اپنے رشتہ داروں میں

رحمت کے خزانے بانٹنے والا ہے۔ تُو بے دست و پا
لوگوں کے لیے شفیق ہے۔ گم شدہ اخلاق کو اپنی ذات
میں زندہ کرنے والا ہے۔ مہمانوں کے لئے تیرا وجود سراپا
شفقت ہے اور ہر مصیبت کے وقت درد کا درماں
تیری ہی رحمت ہے۔ تو تو بقول حضرت قیسؓ: "کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤلفھم"
نہ صرف خود پیار ہی پیار ہے بلکہ کائنات کی اس جھیل میں
اپنی پیار کی لہروں کو پیدا کرتا ہے۔

ابن ابی ہالہؓ ان پیار کی لہروں کی یوں تصویر کشی
کرتے ہیں کہ:۔

"آپ ہر وقت مسکراہٹیں بکھیرتے، اپنی
چھوٹی سے چھوٹی عادت میں بھی اعلیٰ
اخلاقی اقدار کا نگینہ جڑتے، اپنے حسن و
جمال کی نازکی اور نرمی کی طرح ٹھہرے
سمندر کی سی طمانیت اور نرم روئی تھی۔
کبھی اس سمندر میں نہ سخت گوئی کی موج
اٹھی تھی نہ درشت گوئی۔ یہ طمانیت نہ کسی
کے عیب کو اُجاگر کرتی اور نہ مبالغہ آرائی کا
ہیجان۔ نہ ہی کبھی اس کی سطح پر شور سنائی
دیا اور نہ زہد آلود موجیں اُٹھ کر آئیں۔
تالیفِ قلب فرماتے اور اپنی شفقت
کے تاروں اور محبت کے رشتوں سے
ہر اہلِ بصیرت کو اسیر کرتے جاتے۔
عزت و تکریم اور بشاشت سے پیش
آتے۔"

حضرت جریر بن عبداللہ آپؐ کی شفقتوں کا آنگن
یوں سجاتے ہیں:۔

"جب سے میں اسلام لایا حضور کو ہمیشہ
مسکراتے دیکھا۔ آپؐ کی مجلس صحابہؓ سے
مزاح کرنے کی وجہ سے کشتِ زعفران بھی
بنتی اور ان سے بیٹھ کر دینی، عسکری
اور اخلاقی و روحانی سنجیدہ گفتگو بھی
فرماتے حتیٰ کہ محبت کی یہ لہریں ایک وجود
سے دوسرے وجود کی طرف منتقل ہو جاتیں
اور آپؐ ان کے بچوں کو کھلاتے اور ان
کو ایک تاریخ ساز قوم بنانے کے لیے
اپنی آغوشِ تربیت وا کرتے۔ اور آزاد
ہو یا غلام، لونڈی ہو یا مسکین بلا امتیاز
ہر ایک کی پکار کا جواب دیتے۔ مریضوں
کی عیادت فرماتے خواہ وہ شہر کے دُور
والے حصہ میں ہوں۔ جب مصافحہ فرماتے
تو خود کبھی ہاتھ نہ چھڑاتے جب تک کہ
پکڑنے والا خود نہ چھڑاتا۔"

یہ وہ گلشن تھا جس سے ہر ایک بہرہ ور
ہو رہا تھا۔ گالیاں دینے والی عورت بھی اس سے
فیضیاب ہوئی۔ کوڑا کرکٹ پھینکنے والی عورت نے بھی
اس کی شفقت سے حصہ پایا۔ گھر میں غلاظت آلود
بستر چھوڑ کر جانے والے نے بھی مظاہرہ دیکھا اور
تلوار معلق کو سونتنے والے نے بھی یہی منظر دیکھا۔
مسجد کو پیشاب کر کے ناپاک کرنے والے نے بھی
شفیق پایا اور سمِ قاتل ڈالنے والی یہودیہ نے بھی
رحیم پایا۔ اسی طرح طائف، اُحد اور مکہ کی گلیاں
اور راستے گواہ ہیں کہ اس سے زیادہ شفیق ہستی نہ
اس سے پہلے چشمِ عالم نے دیکھی اور نہ گوشِ فلک

نے سُنی۔

جب غیروں سے شفقت کا یہ سلوک ہو تو اپنے خدام کے لیئے کیا لپٹیں نکلتی ہوں گی جو ہر ایک کو اپنے اندر سمیٹتی چلی جاتی ہوں گی۔ آپؐ نے تو یہاں تک دعا کی کہ "اے اللہ تعالیٰ اگر میں کسی کو بُرا بھلا کہوں یا ناراضگی کا اظہار کروں تو یہ امر اس کے لئے زکاۃ و صلاۃ کا موجب اور رحمت و قربت و طہور کا باعث بنا دے"۔ جس کی عدمِ شفقت اس دعا کے جلو میں آئے اس کی شفقت کا سایہ کس قدر محیط ہوگا۔ شاہ نجاشی کی طرف سے ایک وفد آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خدمت کرنی شروع کر دی۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضور ہم کافی ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ انہوں نے ہمارے دوستوں کی تکریم کی تھی اس لیئے میں خود اپنے ہاتھ سے ان کی خدمت کروں گا۔

مسجد میں عورت جھاڑو دیتی تھی۔ جب فوت ہوئی تو صحابہؓ نے خود ہی کفن دفن کیا اور حضورؐ کو اسکی اطلاع نہ دی۔ آپؐ کو جب علم ہوا بہت ناراض ہوئے اور بعد میں قبر پہ جا کر دعا کی۔ اس عورت کو عرش کا خدا کیا بتاتا ہوگا اور وہ کتنی خوش ہوگی کہ شاہِ دو جہاںؐ نے اس کی قدر و منزلت کی۔

حضرت مخرمہؓ ایک دفعہ تقسیمِ مالِ غنیمت کے وقت موجود نہ تھے لیکن یہ پدری شفقت سے بھی بڑھ کر ممتا کے جذبات رکھنے والا دل جانتا تھا کہ میرا کون سا بیٹا اس قسمت میں شریک نہیں۔ آپؐ نے چادر سنبھال کر رکھی اور جب آپؓ تشریف لائے تو ان کو عنایت فرمائی۔

ایک بدوی کو ایک وادی کے درمیان جس قدر بکریاں تھیں عنایت کر دیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ شفقت کا ہاتھ ہر طبقہ پر اس طرح بسیط تھا کہ لَا یَدَّخِرُ شَیْئًا لِغَدٍ۔ کہ تیز ہوائیں بھی آپؐ کی حرکت سے شرماتی تھیں۔

گھر میں اہل بیت سے شفقت کا سلوک بھی اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت خدیجہؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر ازواج مطہرات سے شفقت تاریخ کا ایک کھلا باب ہے۔ اس ضمن میں صرف دو واقعات پر اکتفاء کروں گا۔ حضرت خدیجہؓ سے اتنا پیار تھا کہ حضورؐ ان کے واسطہ سے سہیلیوں سے شفقت کا سلوک فرماتے تھے، تحائف بھیجتے اور جب بھی کوئی جانور ذبح کرتے تو ان کے گھر ضرور بھیجتے۔

حضرت عثمانؓ ایک دفعہ بہت غمگین بیٹھے تھے کہ حضورؐ کا گزر ہوا۔ پوچھا کیوں غمگین ہو؟ عرض کیا حضورؐ سے دامادی کا شرف ختم ہو گیا۔ حضورؐ جن میں شفقت کُوٹ کُوٹ کر بھری تھی، فرمانے لگے عثمان! اگر میری سَو بیٹیاں ہوتیں تو پھر بھی میں یکے بعد دیگرے تیرے ساتھ ہی عقدِ نکاح باندھتا۔

اب رہا وہ طبقہ جسے عموماً معاشرہ میں کم حیثیت دی جاتی ہے۔ قربان جائیے اس پیارے آقاؐ کے جس نے سب سے زیادہ اس طبقہ سے پیار کیا اور انہیں معاشرے کا معزز ترین فرد بنا دیا۔

حضرت زیدؓ کا وہ واقعہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس میں انہوں نے اپنے چچا اور والدین کی محبت کو ٹھکرا دیا اور عملی طور پر اعلان کیا کہ اس وجود پر ہزاروں رشتہ داریاں قربان اور اس کی غلامی کے

صدقے لاکھوں آزادیاں نثار۔ اور پھر وہی حضرت زید ؓ آپ کے رشتہ میں بہنوئی بنے اور مدونِ قرآن ہونے کی سعادت پائی۔ حضرت زید ؓ کا بیٹا حضرت اسامہ ؓ آپ کو اتنا پیارا تھا کہ لوگ آپ کے ذریعہ سفارش کرواتے اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ جلیل القدر صحابہ ؓ پر مشتمل فوج کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ "مجھے مدینہ میں دس سال حضور ؐ کی خدمت کی توفیق ملی۔ جب مَیں حضور ؐ کی خدمت میں آیا تو بچہ ہونے کی وجہ سے مَیں بعض غلط کام کر جاتا لیکن حضور ؐ نے کبھی اُف تک نہیں کیا۔ اور اگر کوئی کام کرتا تو وہ یہ نہ فرماتے کہ کیوں کیا اور اگر کوئی کام نہ کرتا تو وہ یہ نہ فرماتے کہ کیوں نہیں کیا۔"

اسی طرح ایک دفعہ حضور ؐ نے حضرت انس ؓ کو کسی کام کے لئے کہا تو انہوں نے صاف جواب دیدیا حالانکہ وہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات تھی کہ مَیں ضرور کام کر کے آؤں گا اور مَیں گھر سے باہر بھی چلا گیا۔ لیکن راستہ میں بچوں کو کھیلتا دیکھ کر کھیلنے میں مصروف ہو گیا۔ اچانک وہاں حضور ؐ تشریف لے آئے اور میری گُدّی کو پیچھے سے پکڑا۔ مَیں نے مُڑ کر دیکھا تو حضور ؐ مسکرا رہے تھے۔ پھر مجھے پیار سے فرمایا کہ اُنیس! جہاں کام کے لئے کہا تھا چلے جاؤ نا۔ تو مَیں نے عرض کی حضور جاتا ہوں۔!!

تو اپنے گھریلو خادموں سے ایسا پیارا سلوک کہ وہ ماں باپ بھول جائیں اس ہستی کی شفقت بے پایاں کو ثابت کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ؐ اپنے خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے اور اپنی خادماؤں کے ساتھ آٹا گوندھتے اور ان کا سامان بازار سے اُٹھا کر لاتے تھے۔ گھر والوں کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔ گھر میں جھاڑو دے لیتے۔ کپڑے کو پیوند خود لگا لیتے تھے۔ بھلا مہذب معاشرہ میں ایسا پاک سیرت اور پاک صورت آقا کی مثال تو لا کر دکھائیں۔

حضرت انس ؓ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ایک پگلی عورت اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اہلِ مدینہ کی ایک لونڈی آپ ؐ کے ہاتھ کو پکڑ لیتیں تو آپ ان کے ساتھ چل پڑتے اور جہاں اُن کو کسی قسم کی ضرورت در پیش آتی وہ پوری کر کے واپس تشریف لاتے۔

پھر اسی طرح یہ روایت بھی ہے کہ مدینہ کے خادم جب حضور صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے اپنے برتن جن میں پانی ہوتا حضور ؐ کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ ؐ ہر برتن میں ضرور ہاتھ ڈالتے اور تبرک کی سعادت بخشتے۔

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور ؐ ایسے رحمت کے مجسمہ تھے کہ ان کے ہاتھوں سے کسی کو تکلیف نہ پہنچی تھی۔ وہ خیر ہی خیر تھے۔ وہ کُلّ برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق تھے۔

جہاں تک دوسرے غلاموں کا تعلق ہے حضرت بلال ؓ نے کتنے ظلم سہے لیکن فتح مکہ کے روز اُس پُر فراست و بصیرت شہزادے نے کس طرح پیار کا مظاہرہ کیا کہ اے سردارانِ مکہ! اگر تم سیدنا بلال ؓ کے جھنڈے تلے آ جاؤ تو پھر بھی امان پاؤ گے۔ کس قدر ان کی تمناؤں کو سکون ملا۔ ان کے ارمانوں کو تسکین پہنچی ہو گی۔

پھر ایک اَور شفقت کا پہلو ملاحظہ فرمائیے۔
حدیث میں آیا ہے کہ جب آپؐ بارگاہِ ایزدی میں ہوتے اور بچے کے رونے کی صدا آتی تو بچے کی ماں سے زیادہ بے چین ہو جاتے اور نماز کو ہلکا پڑھاتے تا ماں تکلیف محسوس نہ کرے۔ یہ وہ شفقت کا عظیم پہلو ہے کہ حضورؐ اُس ماں کا بن بن کے اُس تکلیف کو محسوس کرتے ہیں۔ اِسی ضمن میں ایک اَور حدیث آتی ہے کہ جب کوئی صاحب آپؐ کے انتظار میں بیٹھے ہوتے تو آپؐ نماز کو تخفیف کر کے پڑھتے مبادا یہ شخص زیادہ تکلیف میں نہ ہو۔ اور جب اس کی حاجت پوری فرماتے تو نماز شروع فرماتے۔ اس سے آپؐ کے جذبۂ شفقت کی نمایاں جھلک اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ جس دربار سے آپؐ نکلنا پسند نہیں فرماتے و کھڑے کھڑے آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے ہیں شرفِ انسانیت کی خاطر اس میں تخفیف فرما دیتے ہیں اور یہی شفقت و مروّت کا جذبہ ایک روزہ دار شخص کے روزہ توڑنے والے واقعہ میں تلملاتا نظر آتا ہے۔

سو معزز حضرات! یہی وہ نگینہ تھا جو محبت کے سانچے میں ڈھلا۔ یہی وہ لعل تھا جو رحمت کے قالب میں ڈھلا۔ یہ اس کا حسن و جمال تھا کہ عاشق وارفتگی کے عالم میں

- جسم کے ذرہ ذرہ کو چومنے میں فخر محسوس کرتے۔
- وضو کے پانی کے قطرہ قطرہ کو تبرکاً اچک لینے میں سعادت پاتے۔
- پسینے کی بوند بوند سونگھنے اور اپنے مشامِ جاں کو معطر کرنے پر نازاں ہوتے۔
- اس کے استعمال شدہ کپڑوں کو اپنی مغفرت کی خاطر کفن بناتے پر نازاں ہوتے۔ اور یہ صرف ان کی قلبی کیفیات کا تذکرہ نہیں، بلکہ عملی طور پر تاریخ گواہ ہے۔
- حضرت سیدنا بلالؓ کی چربی کی بوند بوند میں وہ شفقت کا دھارا ہی تھا جو کوئلوں کی حدت کو کم کر رہا تھا۔
- حضرت عمار بن یاسرؓ کے جسم کا ذرہ ذرہ اس محبت سے ہی تو سرشار ہو کر فدائیت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔
- حضرت خبابؓ کے خون کا قطرہ قطرہ اسی رحمت کے نور سے نہا کر نیزوں کی اَنیوں پر چمک رہا تھا۔

اے خادمانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ہی اس آسمانِ رحمت کے درخشندہ ستارے ہو۔ تمہاری عظمتوں اور رفعتوں کو کون پا سکتا ہے۔

حسن میں حضرت بلالؓ کو آئینہ کے سامنے پا کر میرے محبوب آپ نے تو ہی کہا تھا کہ تجھ سے عرش کا خدا پیار کرتا ہے۔ اور میرے پیارے آپ نے ہی تو رفعت کی طرف یوں اشارہ فرمایا تھا کہ بلال! کیا وجہ ہے کہ تم جنت میں میرے آگے آگے جا رہے تھے۔ اے پیارے آقا! تجھے اس حدیث کا واسطہ کہ آج تیرے ادنیٰ خادمان پھر اس کس مپرسی کے عالم میں پڑے ہیں۔ کئی بلالی روحیں تڑپ رہی ہیں، کئی خباب خون کی ندیوں میں نہا رہے ہیں۔ ہم حقیر خادمان کو تیری جوتیوں کے غلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آج تیرے نام کو ہمارے سینوں سے چھینا جا رہا ہے۔

(باقی صفحہ ۵۶ پر)

مجلس خدّام الاحمدیّہ مرکزیّہ کے سالانہ اجتماع کا آخری اجلاس

تلاوتِ قرآن کریم اور نظم کے بعد صدر مجلس نے خدام سے خطاب فرمایا:۔

میرے پیارے ساتھیو!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ خدام اور اطفال بھائیوں کے لیئے پیغام ارسال فرمایا ہے۔ اس وقت میں حضور کا پیغام آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ (یہ پیغام شائع ہو چکا ہے)

آپ پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام سن چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ اجتماع اس وقت تک منعقد کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔ گزشتہ جمعہ حضور کا خطبہ جو مکرم محترم ناظر صاحب اصلاح و ارشاد نے پڑھ کر سنایا اس میں بھی صبر اور استقامت کی تلقین آپ نے سنی ہے۔ اس لیئے بہت سارے وقت ایسے ہوتے ہیں اس ملک میں کہ ہم اپنی مرضی کے خلاف اپنے جذبات کی قربانی دیتے ہوئے بعض چیزوں کو محض للہ قبول کرتے ہیں۔ وہ تمام چیزیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیئے ہم قبول کرتے ہیں۔ اور خدا کا جو فیصلہ ہے اس پر ہم راضی ہوتے ہیں۔ اس جہت سے اب ایک اعلان کیا جائے گا۔ میں صرف آپ سے یہی کہوں گا کہ جماعت احمدیہ کی روایت وقار اور طریق کار —— اس کو آپ نے ہر حالت میں قائم رکھنا ہے۔ جماعت کی شاندار روایت ہے اس کو اس کے معیار کے مطابق آپ نے قائم رکھنا ہے اور کسی قیمت پر صبر اور استقامت کو نہیں چھوڑنا۔

محترم سی۔ اے رحمان ایڈووکیٹ ہائی کورٹ نے اعلان کیا:۔

میرے عزیزو! آپ کو اجتماع منعقد کرنے کے لیئے جو گورنمنٹ نے اجازت دی تھی جس کا ذکر پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں جو ابھی آپ کو پڑھ کر سنایا گیا ذکر بھی فرمایا اس کے متعلق آج A.C صاحب نے یہ حکم فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

"AS DIRECTED BY WORTHY D.M JHANG THE PERMISSION HAS BEEN WITHDRAWN."

یعنی۔ "ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کی ہدایت کے مطابق آپ کو جو اجتماع منعقد کرنے کی اجازت دی گئی تھی وہ واپس لے لی گئی ہے۔"

محترم صدر صاحب نے اپنے خطاب کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

مَیں نے پہلے آپ کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ ایسی چیزیں بہت تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے آنسو، ہماری گریہ وزاری دُنیا کے کسی بادشاہ کے سامنے ہرگز نہیں۔ بلکہ اُس بادشاہ، اُس خالقِ حقیقی کے سامنے ہے جس نے تمام جہان کو پیدا کیا۔ اس لیئے رونا ہوگا تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور ـــــ مدد مانگنا وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ـــــ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اکیلے دعویٰ کیا۔ آپ کے دعویٰ کا جو نتیجہ ہے وہ ظاہر ہے کہ آج ۱۲۲ ممالک میں آپ کی آواز پہنچ چکی ہے۔ اس لیئے جو بھی منصوبہ ہمارے خلاف ہو بالحقیقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس منصوبہ اور اس سازش کو ہر جہت سے ناکام کرتا جاتا ہے۔ اس لیئے صبر اور تحمل کے ساتھ استقامت دکھائیں۔ ہماری بے صبری، ہمارا کسی لحاظ سے رونا دھونا، یہ دشمنوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہیں اور جماعت احمدیہ کے نوجوان اس کو یاد رکھیں کہ ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ہے۔ سلامتی اور امن کے لیئے ہم پیدا کیئے گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کو سلام بھیجا اور حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس بارہ میں فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امام مہدی کو سلام بھیجا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمنوں کے تمام منصوبوں کے ہوتے ہوئے آپ امن اور سلامتی میں رہیں گے۔ اس لیئے اے .... کے غلامو! تمہارے لیئے خوشخبری ہے کہ تمام دنیا کے منصوبے ناکام ہوں گے، خائب اور خاسر ہوں گے ـــــ اب مَیں عہد دوہراؤں گا، اس کے بعد دعا کریں گے اور یہ اجلاس ختم ہوگا۔ خدام بھائی کھڑے ہو کر عہد دوہرائیں (عہد دوہرایا گیا۔ جس کے بعد صدر صاحب نے فرمایا آئیے! اب ہم اپنے ربِّ کریم کے حضور گریہ وزاری کریں۔

آئیے دعا کریں ـــــ!

ھدیۂ سپاس!

بخدمت مکرم و محترم محمود احمد صاحب سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

۱۹۳۸ء کا سال وہ مبارک سال ہے جب حضرت فضل عمر نور اللہ مرقدہ' نے مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام فرمایا۔ احمدیت کی تاریخ شاہد ہے کہ اس تنظیم کے ذریعہ احمدی نوجوانوں نے نظم وضبط اور دینی خدمت کی بہترین تربیت حاصل کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۹ء تک اس کی زمام صدارت آپ کے ہاتھوں میں رہی۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ سیدنا حضرت امام جماعت (الثالث) کی مردم شناس نگاہوں نے خود آپ کا انتخاب فرمایا اور یہ انتخاب بہت مبارک ثابت ہوا۔ آپ کا دورِ صدارت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے بعد سب سے لمبا دور ہے۔ ان دس سالوں میں آپ کو دو ائمہ کا پیار اور اعتماد حاصل رہا۔ اسی طرح آپ کا دورِ صدارت چودھویں اور پندرھویں صدی کا حسین سنگم اپنے جلو میں لیئے ہوئے تھا۔ آپ کا دور ہر اعتبار سے ایک سنہری دور تھا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی فراست اور ذہانت عطا فرمائی ہے اور اس کا ثبوت وہ عظیم الشان کام ہیں جو آپ کے دورِ صدارت میں انجام پائے۔ اس عرصہ میں بہت سے مشکل اوقات بھی آئے اور خطرات سے پُر لمحات بھی لیکن آپ کے پُر عزم فیصلوں کی بدولت بفضلہ تعالیٰ مجلس کی کشتی ہمیشہ صحیح سلامت ساحلِ مراد تک پہنچتی رہی۔ آپ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا تذکرہ گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ بے انتہا سادگی، شفقت و محبت کا سلوک ہر ملنے والے کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ آپ کی قائدانہ صلاحیتیں خداداد ہیں۔ ہم لوگ جو آپ کے بہت قریب رہے اس امر کے عینی شاہد ہیں کہ آپ نے اپنے فرائض نہایت درجہ جانفشانی، محنت اور دلیری سے انجام دیئے۔ یہ ایک ایسا دور تھا جس کو سمیٹنے کے لیئے بلا مبالغہ الفاظ ساتھ نہیں دیتے۔ اس عرصہ میں بیرونی ممالک سے نئے روابط قائم ہوئے اور آپ نے براعظم ایشیا، افریقہ، امریکہ اور یورپ کے ممالک کا بنفسِ نفیس دورہ فرما کر خدام الاحمدیہ کے لیئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ پاکستان میں مجالس کے پے درپے دورے آپ کے دور کا ایک اہم کارنامہ ہیں اور یہ دورہ جات تنظیم کی مضبوطی کا باعث بنے۔

۱۹۸۴ء کا پُر آشوب دَور ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ ان حالات میں خدام نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر احمدیت کے لئے بے انتہا قربانیاں دیں۔ بعض راہِ مولا میں اسیری کی لذت سے آشنا ہوئے اور بعض ایسے بھی تھے جنہیں خدا تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے کی سعادت ملی۔

آپ کے دَور میں مجالس کے اندر تربیتی کلاسز اور اجتماعات کے ذریعے ایک نئی رُوح پھونکی گئی۔ ایوانِ محمود کے ہال میں آتشزدگی کے بعد فوری طور پر اس کی تزئین تو آپ کے حُسنِ انتظام کا ایک بہترین کارنامہ ہے۔

آپ ہی کے دَورِ صدارت میں مجلس خدام الاحمدیہ کے پچاس سال مکمل ہوئے۔ اس مبارک موقع پر شکرانے کے طور پر مجلس مرکزیہ کی طرف سے دُکھی انسانیت کے لئے ایمبولینس سروس کا اجراء کیا گیا۔

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایک خطبہ جمعہ سے تحریک پا کر آپ نے اسیران کی اصلاح اور امداد کے لئے فنڈ کا اجراء کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے بنفسِ نفیس جیلوں میں جا کر قیدیوں کی فلاح و بہبود کے لئے مؤثر کام کیا۔ جو اب تک جاری ہے۔

آپ ہی کے دَور میں مجلس مرکزیہ کی طرف سے مختلف موضوعات پر سیمینار، نمائش اور مشاعروں کا انعقاد شروع ہوا۔ قریب ترین دَور میں پاکستان بھر میں سیلاب زدگان کے لئے خدام نے آپ کی سربراہی میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے آخری عالمگیر صدر تھے۔

محترم محمود احمد صاحب! بہت سی برکتوں اور رحمتوں کے جلَو میں آپ کا یہ سنہری دَور اختتام کو پہنچا ہے۔ یہ دَور قصۂ پارینہ نہیں بلکہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے جو آئندہ آنے والوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتا رہے گا۔ ہم اس موقع پر اپنے محبوب صدر کو الوداع کہنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ آپ کی یادوں کو ہم کبھی الوداع نہیں کہہ سکیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ ہمیشہ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو مزید بیش از بیش ترقیات سے نوازتا رہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ بھی ہمیشہ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

خدا حافظ

ہم ہیں قائدین اضلاع و علاقہ

پاکستان

قسط نمبر ۱۰

(مکرم ڈاکٹر محمد علی خان صاحب ۔ حیدر آباد ۔ سندھ)

قوموں کی اعلیٰ ترقیات کا انحصار بڑی حد تک اس بات پر ہے کہ آنے والی نسلوں کی تربیت کس رنگ میں ہو رہی ہے ۔ یہ بات اس قدر اہم اور عظیم الشان ہے کہ شاید ہی کسی کی نظر سے اوجھل ہو مگر اس کے باوجود مشاہدہ یہ ہے کہ اکثر اوقات بچوں کی اعلیٰ تربیت پر وہ توجہ نہیں دی جاتی جس کی ضرورت ہے ۔ ایسا کیوں ہے ؟ ایک بڑی وجہ اس غفلت اور لا پروائی کی یہ ہے کہ والدین کو علم ہی نہیں ہے کہ یہ اہم امر کس طرح بجا لائیں ۔ تربیت سے مراد کیا ہے ؟ بچوں کی نفسیات کیا ہیں ؟ انسانی شخصیت کن مراحل سے گزرتی ہے ؟ ہر مرحلہ پر بچے کی کیا نفسیاتی ضرورتیں ہیں ؟ بچہ خیالات اور تربیت کیسے قبول کرتا ہے ؟ کیسے رد کرتا ہے ؟ والدین کا کام کیا ہے ؟ اساتذہ کا کیا ہے ؟ شخصیت کی تکمیل کیسے ہوتی ہے ؟ کسی بچہ کی شخصیت پر اس کے والدین کی شخصیت کس طرح مثبت یا منفی انداز میں اثر مرتب کرتی ہے ؟ شخصیت کا مطالعہ کیسے کیا جا سکتا ہے ؟ یہ اور اسی طرح کے بے شمار سوالات ایسے ہیں جن کا صحیح جواب اکثر والدین نہیں جانتے یا وہ سمجھتے ہیں کہ جانتے ہیں مگر وہ سوچ صحیح نہیں ہوتی اور نہایت خراب اثرات کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے ۔ آخری نتیجہ یہی ہوتا ہے جو آپ کے سامنے ہے کہ والدین نے جو چاہا جس طرح چاہا بچے اس طرح نہیں بن پاتے ۔ ایک مستقل دُکھ اور پریشانی کی کیفیت ساری زندگی قائم رہتی ہے جس کے اثرات عملی زندگی کے ہر پہلو شادی بیاہ ، ملازمت وغیرہ پر مرتب ہوتے ہیں ۔ ہر تکلیف مفرد سے مرکب اور مرکب سے پیچیدہ اور گھمبیر مسائل کی شکلیں اختیار کرتی جاتی ہے ۔

آخر اس کا حل کیا ہے ؟

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مسئلہ کی حقیقت کو سمجھا جائے ۔ کسی مکان یا پُل یا بند میں نقص ہو تو اولین بات یہ ہے کہ سائنسی انداز میں اس نقص کا صحیح صحیح اندازہ لگایا جائے کہ اس کی ماہیت کیا ہے ۔ کیفیت اور کمیت کیا ہے ۔ نہایت باریکی سے جائزہ لینا پڑتا ہے تب ہی اس نقص کو دُور کرنا ممکن ہوتا ہے ۔ علم کے بغیر ، سمجھے بغیر ، تجزیہ کئے بغیر حل کی طرف راہنمائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا ۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے والدین کو ماہرین نفسیات بنا دیا جائے ؟ اور وہ بھی ایسے ماہرین جو بذاتِ خود اصلاح یافتہ بھی ہوں ؟ سچ تو یہ ہے کہ مثالی یعنی 'IDEAL' صورت یہی ہے ——

اِس صدی کے شروع میں مشہور ماہرینِ نفسیات جیسے سگمنڈ فرائیڈ، ایڈلر اور یونگ نے انسانی نفسیات پر گہری روشنی ڈالی مگر یہ باتیں اِس قدر دقیق اور ناقابلِ فہم تھیں کہ عام لوگوں تک عملی رنگ میں ان کا پہنچانا بہت مشکل تھا۔ فرائیڈ کے نظریات تو خصوصیت کے ساتھ اپنے اندر ایسی خرابیاں پوشیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اخلاق اور معاشرتی اقدار کو تباہ کرنے کے مترادف ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ بات کہ اِن ماہرین کے نزدیک ایسا کوئی اصلاحی پہلو مدِنظر ہی نہیں تھا کہ اپنے خیالات کو وہ عام فہم اور تربیتی اسلوب کے مطابق پیش کرتے بلکہ فرائیڈ کو پڑھ کر ایک مایوسانہ اور قنوطی پہلو انسانی شخصیت اور ارتقاء کا سامنے آتا ہے جس میں تغیر و تبدل اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ہے۔ پس تربیتی مقاصد رکھنے والے کے لئے یہ ساری خیال آرائی ذہنی عیاشی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔

(TA) TRANSACTIONAL ANALYSIS کیا ہے؟

جہاں رفتہ رفتہ فرائیڈ کے نظریات دم توڑ رہے تھے اور سائنسی بنیادوں پر ان خیالات کی تصدیق ممکن نہیں رہی تھی وہاں ماہرینِ نفسیات کی بے بسی اور قنوطیت بڑھ رہی تھی تحلیل نفسی (PSYCLO-ANALYSIS) کے ماہرین خصوصیت کے ساتھ تمسخر کا نشانہ بن رہے تھے۔ ایسے میں ایک امریکی ماہرِ نفسیات ایرک برن (ERIC BERNE) جو ۱۹۷۰ء میں فوت ہوئے ہیں نے ایک ایسا سادہ اور انقلابی نظریہ پیش کیا ہے جو جدید نفسیات کی تاریخ میں ایک عظیم الشان دھماکہ سے کم نہیں ہے۔ اُس نے اِس نظریے کو (TRANSACTIONAL ANALYSIS) یعنی "تحلیلِ روابط" (اگر اُردو ترجمہ ضروری ہے!) کا نام دیا ہے اِس کو مختصراً TA بھی کہا جاتا ہے۔

TA کے چند خصوصی پہلو

(۱) اِس کے تصورات اِس قدر سہل، آسان اور سادہ ہیں کہ ایک معمولی ذہانت کا اَن پڑھ شخص بھی پوری طرح اِس میں مہارت حاصل کر سکتا ہے اور یہ بات کسی مبالغہ پر مبنی نہیں ہے۔ میری چھ سالہ بیٹی جو کلاس دوم میں پڑھتی ہے آسانی سے اِس کے مبادیات سمجھنے لگی ہے۔

(۲) TA اِس قدر عملی اور سادہ طریقہ کار پر مبنی ہے کہ اس کا استعمال ایک معمولی سمجھ بوجھ کا شخص بہ آسانی سیکھ سکتا ہے اور اِس سے پورا پورا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ TA خود سیکھ کر استعمال کرنا پڑتا ہے کوئی ماہرِ نفسیات آپ کو ٹھیک نہیں کر سکتا بلکہ خود ایک اندرونی تبدیلی اور معرفت کے نتیجہ میں عملی تبدیلی اور شخصیت کی تبدیلی آتی ہے۔ یہی TA کی خصوصیت ہے۔

(۳) TA کی زبان نہایت سادہ، عام فہم اور عملی ہے۔ یہ تصورات خیالی نہیں ہیں بلکہ ٹھوس سائنسی تجربات اور دماغ کے اندر عملی جراحی سے حاصل کردہ معلومات پر مبنی ہیں۔ اِس کی تشریح آگے آئے گی۔

(۴) TA کے اندر کوئی ایسا فلسفیانہ مفروضہ نہیں ہے جو اخلاقی اور دینی اقدار کے خلاف ہو بلکہ یہی ایک نظریہ ہے جو میرے نزدیک دینِ حق کے پیش کردہ فلسفہ اخلاق اور اصلاح پر پورا اُترتا ہے کہیں پر کوئی نظریاتی یا عملی ٹکراؤ کی صورت نہیں ہے جیسے کہ فرائیڈ کے نظریات خصوصیت سے ایک ملحدانہ اور مادہ پرستانہ فلسفۂ حیات

پر مبنی ہیں، یہاں یہ بات قطعی نہیں ہے۔

ایک زبردست انکشاف

۱۹۵۱ء میں ایک امریکی NEURO-SURGEON جس کا نام W. PENFIELD تھا مرگی کے مریضوں کا اپریشن کر رہا تھا۔ یہ اپریشن LOCAL ANAESTHESIA یعنی مقامی بے ہوشی کے تحت ہوتے تھے اور مریض سب کچھ دیکھ اور سُن رہا ہوتا تھا صرف اپریشن کی جگہ سُن کر دیتے تھے۔

دَورانِ جراحی سرجن پن فیلڈ نے ایک عجیب و غریب مظاہرہ دیکھا۔ دماغ کے بعض حصّوں کو جب بھی وہ ELECTRODE سے مَس کرتا مریض کے سامنے گذشتہ زندگی کی یادداشت پر مبنی فلم چل پڑتی۔ جونہی وہ PROBE ہٹا دیتا منظر غائب ہو جاتا۔ اُس نے تکرار کے ساتھ کئی مریضوں پر یہ دلچسپ اور نہایت اہم تجربہ دُہرایا اور ہر بار مریض کی آنکھوں کے سامنے گذشتہ زندگی کی فلم چل پڑتی۔ اس کو چیزیں نہ صرف نظر آنے لگتیں بلکہ آوازیں، احساسات اور کیفیات سب کچھ ذہن کی شعوری سطح پر نمودار ہو جاتا۔

اِن تجربات سے یہ بات نہایت صفائی کے ساتھ ثابت ہوگی کہ انسانی یادداشت دماغ کے بعض حصّوں پر خاص کیمیائی زبان میں ریکارڈ ہوتا ہے اور انسان حسبِ ضرورت اُس ریکارڈ کو سامنے لاتا ہے بالکل ایسا ہی ایک ریکارڈ جیسے پُرانے زمانے کے گراموفون ریکارڈ ز ہوتے تھے اور ان پر آوازیں لکیروں کی صورت میں محفوظ ہوتی تھیں دماغ کے اُوپر محفوظ شدہ یادداشتیں اِس لحاظ سے مختلف ہیں کہ کسی واقعہ کی صرف آواز یا تصویر محفوظ نہیں ہوتی بلکہ پورے کا پورا واقعہ ریکارڈ ہوتا ہے یعنی اس کی کیفیاتِ غم یا خوشی، خوشبوئیں، آوازیں چلتی فلم کی صورت میں ریکارڈ ہو جاتی ہیں اور ایسا ہی W. PENFIELD کے تجربات سے ثابت ہوتا ہے۔ ان اہم تجربات کے لئے ملاحظہ ہو:

(ARCHIVES OF NEUROLOGY AND PSYCHIATRY, 67 (1952): 178 - 198 W.PENFIELD UNDER MEMORY MECHANISMS.")

ان ابتدائی معلومات کے ساتھ اب ہم آسانی سے اپنے مضمون یعنی TA کی ابتداء کر سکتے ہیں یہ تعارف اگرچہ کسی قدر مشکل تھا مگر ضروری ہو گیا تھا۔ اصل مضمون یعنی TA نہایت سہل اور سادہ حقائق پر مبنی ہے۔

انسانی شخصیت یا PERSONALITY

P : PARENT
A : ADULT
C : CHILD

CHILD, ADULT, PARENT سے کیا مراد ہے؟

PARENT : لغوی معنی تو PARENT کے والد یا والدہ کے ہوتے ہیں مگر یہاں پر یہ لفظ قدرے وسیع اور مختلف اصلاحی معنوں میں استعمال ہوُا ہے۔ تشریح اور تجزیہ کی اغراض کے لئے انسانی شخصیت کو تین حصّوں یا کیفیتوں میں بانٹا گیا ہے۔ پیدائش کے فوراً بعد بچہ اپنے ماحول کے اثرات قبول کرنا شروع کرتا ہے۔ اگر ہم اپنی سہولت کے لئے سوچ لیں کہ ایک کیسٹ ریکارڈ ہونا شروع ہوتا ہے تو آسانی رہے گی

یہ ریکارڈنگ نہایت صحت اور اعلیٰ معیار کی ہے اور کبھی خراب نہیں ہوتی یہ ممکن ہے سامنے نہ آئے (یعنی بھول جائے) مگر ریکارڈنگ اپنی جگہ بہت اعلیٰ ہے۔ ہر شخص جب چاہے اپنی شخصیت کا یہ حصہ 'ON' آن رکھتا ہے اور اُس وقت وہ بعینہٖ وہی ہوتا ہے جو کبھی اس کے والدین ہوتے تھے۔ یہی حال بقیہ "دو کیسٹ" یعنی ADULT اور CHILD کا بھی ہے۔

شروع دن سے جو کچھ ہم اپنے بچے کو بتاتے رہتے ہیں درحقیقت ہم وہ باتیں ان کے معصوم اور پاک وصاف فطری پلیٹ پر ریکارڈ کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو کچھ ہم آپس میں کہتے ہیں اور کرتے ہیں وہ بچہ بلا تنقید اپنی فطری ریکارڈنگ پلیٹ پر نقش کرتا جاتا ہے۔

بچہ چھوٹی عمر میں اپنے والدین کو بہت بڑی شخصیتیں تصوّر کرتا ہے کیونکہ ہر لمحہ بچہ ان کے اُوپر انحصار کرتا ہے۔ ان سے ہر چھوٹی چھوٹی بات سیکھتا ہے یعنی جوتا کیسے پہننا ہے، گلاس کیسے پکڑنا ہے۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ وہ اپنے والدین سے سیکھنے پر مجبور رہتا ہے۔ بچہ اپنے والدین کی کسی بات کو غلط تصور ہی نہیں کر سکتا نہ بچہ تنقید کی عقلی قوّت رکھتا ہے۔ جو ہے صحیح ہے جیسا ہے صحیح ہے چونکہ امی پاپا نے ایسا ہی کہا ہے، ایسا ہی کیا ہے۔

سوچنے والا سوچ سکتا ہے کہ اِس صورتِ حال میں والدین پر کس قدر زبردست ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے جس کا اکثر والدین کو کبھی خیال ہی نہیں ہوتا۔

بچہ پانچ چھ سال کی عمر تک اپنے والدین کے حقیقی نقش کو اپنی ریکارڈنگ پلیٹ پر اُتار لیتا ہے اور پھر جب ضرورت ہوتی ہے اس کو سامنے لاتا ہے اور "ON" آن کر دیتا ہے۔ اِس ریکارڈ پلیٹ کے اُوپر لاکھوں کی تعداد میں "احکام" نقش ہوتے ہیں اور بچہ ساری زندگی اُن "احکام" کے نیچے اپنی زندگی گزارتا ہے اس پلیٹ پر درج احکام اور ہدایات دراصل والدین کی "حقیقی شخصیت" کا نقش ہوتا ہے۔ یہاں اکثر پڑھنے والوں کے ذہن میں سوال اُٹھے گا کہ اکثر بچے اپنے والدین کے احکام اور ہدایات کے ماتحت ہرگز نہیں چلتے پھر اس کی کیا وجہ ہے؟ جب یہ مضمون آگے بڑھے گا تو اِس کا جواب سمجھ میں آجائے گا۔

ایک شخص کی زندگی میں یہ مجموعہ ہدایات PARENT نہایت اہم رول ادا کرتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں ریکارڈ شدہ یہ ہدایات کچھ اِس قسم کی ہوتی ہیں:-

"ہمارا تعلق فلاں مذہب سے ہے جو سب سے اعلیٰ ہے"۔ "ہمارا ملک فلاں ہے جو سب سے اچھا ملک ہے"۔ "کھانا ہمیشہ دائیں سے کھاؤ"۔ سگریٹ پینا گندی عادت ہے"۔ "پانی تین سانسوں میں پیو"۔ "غرور کا سر نیچا"۔ "ہمیشہ سچ بولو"۔ "ہمسایہ سے اچھا سلوک کرو"۔ "کسی پر اعتماد نہ کرو یا کاروبار میں شراکت ہمیشہ نقصان دہ ہوتا ہے"۔ "کسی پر بدظنی نہ کرو یا ہر شخص کو شک کی نظر سے دیکھو"۔ "عورت مرد کے برابر ہے" یا "عورت مرد سے کمتر ہے" یا "دُنیا مصیبت خانہ ہے" یا "دُنیا میں عیش و آرام سے زندگی گزارو ایک ہی زندگی ہے" "محنت کرو گے تو عزّت پاؤ گے" یا "محنت والوں کی کون عزّت کرتا ہے؟ پیسہ کماؤ جیسے بھی ہاتھ آئے"۔ "جھوٹ بولنے والوں پر لعنت ہو" یا جھوٹ کے بغیر کیسے زندگی ممکن ہے"۔ یا "کبھی کبھی خیر ہے" یا "جان کا خطرہ ہو تو خیر ہے" یا "جان کی قربانی دے کر بھی سچ بولتے رہنا"۔ "سڑک کراس

کرتے وقت، دائیں بائیں ضرور دیکھنا۔" "تم نہایت بزدل بچے ہو۔" "تم ہمیشہ مار کھا کر گھر آتے ہو۔" "تم کبھی کچھ نہیں بن پاؤ گے" یا "دیکھنا یہ بچہ اپنے والدین کا نام روشن کرے گا۔" "دیکھنا یہ بچہ ایک نہ ایک دن ہماری عزت خاک میں ملائے گا۔"

یاد رہے کہ اِس قسم کی "پیشگوئیاں" بچے کے لئے ایک "لائحہ عمل" یا مقدس مشن بن جاتی ہیں اور وہ اپنی زندگی میں ان کو پورا کر دکھانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ ایک باپ یا ماں جو روزانہ اپنے بچے کو بات بات پر سخت سزائیں دیتے ہیں، کھڑا رکھتے ہیں اور اُس کو بار بار ڈنڈے کے زور سے یہ بات ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ "اِس بچے نے ضرور ہماری عزت خاک میں ملا دینی ہے۔" "یہ بچہ کہیں کا نہیں رہے گا۔" "اِس کے کرتوت ایسے ہیں کہ کسی دن یہ جیل کی ہوا کھائے گا" —— ایسے بچے پھر ساری زندگی اِن "پیشگوئیوں" کو پورا کرنے کی کوششوں میں زندگی گزار دیتے ہیں —— اگر وہ ان پیشگوئیوں کو پورا کر لیں تو ان کو ایک کامیابی اور کامرانی کی لذت حاصل ہوتی ہے (یعنی جرائم کی دُنیا کے ہیرو بنتے ہیں) اور پورا نہ کر سکنے کی صورت میں ذہنی دُکھ اور خلفشار کا شکار رہتے ہیں۔ بعینہٖ یہی کیفیت مثبت "پیشگوئیوں" کی بھی ہے۔ ہدایات یا احکامات کا یہ سلسلہ جو بچہ اپنے 'PARENT' ریکارڈنگ پلیٹ پر اُتارتا ہے صرف والدہ یا والد تک ہی محدود نہیں رہتا۔ عین ممکن ہے کہ گھر میں ماں کی بجائے ایک بہت بڑا رول کسی آیا نے ادا کیا ہو تو پھر اُس آیا کی شخصیت کا ایک گہرا نقش مرتب ہوگا۔ اسی طرح ایک چار سالہ بچہ جب T.V. کے پاس بیٹھ کر کئی گھنٹے مار دھاڑ، جرائم اور تشدد پر مبنی ایک فلم دیکھ رہا ہے اُسی وقت وہ اس کو اپنے ریکارڈنگ پلیٹ پر بحفاظت ریکارڈ کرتا جاتا ہے۔ اِس قسم کی فلموں کا ایک بڑا نقصان یہ ہوُا ہے کہ چونکہ بچہ ہر بات بلا تنقید سچ سمجھ کر محفوظ کر رہا ہے تو گویا اُس کو بعض معاملات کی جیسے "اجازت" مِل جاتی ہے۔ یہ اجازت بعد کی زندگی میں تشدد اور جرائم کے ایسے اقدامات میں صاف دیکھی جا سکتی ہے جن میں مجرم کے اندر ہمیں کسی قسم کا تأسف یا احساسِ جرم نظر نہیں آیا۔ یہی وہ "اجازت" ہے جو بچہ کو اُس وقت مل جاتی ہے جب وہ ایک گھریلو لڑائی یا محلہ کی لڑائی یا فلم کے پردے پر جرائم میں دیکھ کر اپنے والدین سے حاصل کرتے ہیں۔

مشاہدہ اور تجربہ بتاتا ہے کہ ایک انسان ہر لمحے اپنی شخصیت کی تین میں سے ایک کیفیت آن (ON) رکھتا ہے۔ یعنی یا وہ PARENT ریکارڈ کو آن کر لیتا ہے یا دیگر دو ریکارڈز کو جن کی تشریح آگے آتی ہے۔ ایک پانچسالہ بچہ احمد جس نے حال ہی میں قرآن مجید ختم کیا ہے میں نے اس کے ہاتھ میں قرآن مجید دیا کہ پڑھ کر سُناؤ —— احمد نہایت مؤدب بیٹھ کر پڑھنا شروع کرتا ہے —— اسی لمحے پانچ سالہ اسد آتا ہے اور قرآن مجید کے کھُلے صفحے پر ہاتھ رکھتا ہے —— جونہی وہ قرآن مجید کو چھوتا ہے احمد فوراً اُونچی آواز میں اسد کو اُنگلی کے اشارے سے کہتا ہے "جاؤ پہلے ہاتھ دھو کر آؤ پھر ہاتھ لگانا"—— یہ PARENT ریکارڈ ہے —— اُس لمحے آپ کو احمد کی آواز میں اُس کے لہجے میں اُس کی آنکھوں میں اُس کے الفاظ اور جسم کے پوسچر (POSTURE) میں اُس کا سخت گیر والد صاف نظر آئے گا —— یہ خوبی ہے اِس ریکارڈنگ کی۔ فی الحقیقت بچہ اُس لمحہ وہی کچھ بن جاتا ہے جو اُس کے "PARENT" میں نقوش ریکارڈ ہیں۔

بسا اوقات یہ ریکارڈنگ ایسے متضاد ہدایات پر

مبنی ہوتی ہے جس سے بچے کے اندر تشویش پیدا ہوتی ہے مثلاً بچہ دیکھتا ہے کہ اُس کا والد سگریٹ پیتا ہے ـــــ بچے کے اندر جو چیز ریکارڈ ہوتی ہے "والد سگریٹ پی رہا ہے" یاد رہے کہ یہ ریکارڈنگ صرف زبانی الفاظ ہی سے نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ بچہ دیکھتا ہے جو سنتا ہے، جو کچھ بچہ اشاروں کنایوں سے والدین کا مافی الضمیر پڑھتا ہے وہ بھی اُسی صفائی سے "PARENT" کے اندر ریکارڈ ہو جاتا ہے۔

اگر متضاد ریکارڈنگ ہو تو بچے کے اندر تشویش یعنی ANXIETY پیدا ہوگی۔ والد جو سگریٹ پیتا ہے بچے کو نہ صرف سگریٹ سے منع کرتا ہے بلکہ اُس کے سامنے اُس کے بڑے بھائی کو سگریٹ پینے پر سزا بھی مل جاتی ہے ایسی صورتِ حال میں بچہ شدید تشویش اور کنفیوژن کا شکار رہتا ہے ـــــ ایسی متضاد ہدایات کی وجہ سے بچہ یہ نقش "دبا" دیتا ہے اور عملاً ایسی ہدایات غیر مؤثر ہی رہتی ہیں ـــــ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر والدین اور بچوں کے درمیان رسہ کشی کی بنیادی وجہ کیا ہوتی ہے؟ جس قدر کسی "پیغام" یا "ہدایت" کے اندر تضادات ہوں گے اسی قدر وہ دبا دی جائے گی۔ اگر ایک "ہدایت" ایسی ہو کہ دینے والا اپنے پورے شعور کے ساتھ اُس پر یقین رکھتا ہو عملاً اُس پر بغیر کسی تضاد کے پورے شرحِ صدر اور خلوص سے قائم ہو تو بچہ اُس کو اپنے لئے ایک عظیم اور مقدس مشن کے طور پر قبول کر لیتا ہے۔ ایسے اعمال اگر بُرے ہوں تب بھی اگر اچھے ہوں تب بھی بچہ ان کو اپنی زندگی کے منشور کے طور پر دیکھتا رہتا ہے۔

ابھی تک کی بحث سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ انسان کے اندر جو PARENT ہے جس کو 'P' سے ظاہر کریں گے وہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے اور اُس کے اندر بہت ساری ضروری اور اہم معلومات کا خزانہ ریکارڈ ہے۔ ہر اچھی بُری ہدایت یا عقیدہ یا پیغام یا احکام بچہ اپنے 'P' کے اندر ریکارڈ رکھتا ہے اور حسبِ ضرورت اس کو CONSULT کرتا ہے یعنی اُس سے رجوع کرتا ہے۔ TA کی اصطلاح میں ہم کہتے ہیں کہ وہ 'P' کو آن (ON) کر دیتا ہے ایسے لمحوں میں وہ اپنے والدین کے عین مشابہہ ہو جاتا ہے۔

P → N | C
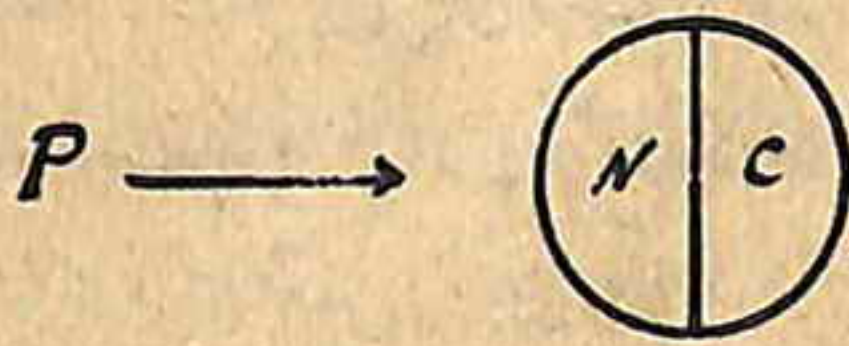
'PARENT' یا P کے بارے میں مزید یہ تشریح بھی سمجھنا ضروری ہے کہ 'P' دو حصوں پر مشتمل ہے یعنی ہدایات یا احکامات جو مددگار ہے، حوصلہ افزائی پر اور تقویت دینے پر مشتمل ہوتے ہیں ایسے حصہ کو "NURTURING PARENT" یا NP کہتے ہیں اور وہ ہدایات، احکامات اور تبصرے جو الزامات، اعتراضات اور سخت تنقید پر مشتمل ہوں بچہ ان کے ماتحت سکڑ کر رہ جاتا ہے وہ حصہ 'P' کا "CRITICAL PARENT" یا CP کہلاتا ہے۔ ایک موٹے اصول کے طور پر اس قدر یاد رکھنا کافی ہے کہ جس بچے کو جو کچھ جتنا ملا ہے وہ وہی کچھ اُسی قدر دُنیا میں آگے بانٹتا پھرے گا جس کو مسکراہٹیں اور حوصلہ افزائیاں ملی ہوں ظاہر ہے وہ مسکراہٹیں اور حوصلہ افزائیاں تقسیم کرتا پھرے گا۔ جس کو گالیاں اور ماریں ملی ہوں وہ مسکراہٹیں کیسے دُنیا میں تقسیم کرے گا وہ بڑا ہو کر دُنیا میں گالیاں اور ماریں

ہی بانٹتا پھرے گا ـــــ جس کے والدین کثرت سے اعتراض اور تنقید کی عادت رکھتے ہوں ایسے بچوں کا CP یعنی تنقیدی حصّہ P کا بہت بڑھا ہؤا ہوگا اور وہ ہمیشہ اعتراض کی قینچی سے ہر ایک کو کاٹتا پھرے گا۔

جو والدین جس بات کی خواہش رکھتے ہوں کہ دُنیا میں اُن کے بچّے وہ کام کریں وہ خود سب سے پہلے وہ کام کریں اور بچّے بتائے بغیر بھی وہ اعمال مشن کے طور پر قبول کر لیں گے۔ والدین جو کام خود نہ کرتے ہوں بہتر یہی ہے بچّوں کو بھی ایسا کرنے کے لئے نہ کہا جائے اور جو کام بچّوں سے کروانا ہوں وہ سب سے پہلے خود ضرور اُس کا عملی مظاہرہ کرتے ہوں۔

اگر کسی ہدایت یا پیغام کو بچّے کے PARENT میں ریکارڈ کرنے کے لئے سزاؤں کا سہارا لیا جائے یا سختی کے ساتھ اُن کو RECORD کروانے کی کوشش کی جائے تو بچّہ ایسے احکام کو عملی زندگی میں بھول جائے گا اور ایسی ہدایات غیر مؤثر ہو جاتی ہیں ـــــ فطری عمل یہ ہے کہ انسان تکلیف دِہ واقعات اور اذیّت ناک یادیں بھولنا چاہتا ہے اور جلد ہی مکمل طور پر ایسی یادیں بھول جاتی ہیں یعنی ایسی ریکارڈیں کسی کونے میں پھینک دی جاتی ہیں ـــــ اب اگر دیئے ہوئے احکام اور ہدایات تلخ اور اذیّت ناک واقعات سے مُنسلک کر کے ریکارڈ کریں گے تو وہ احکام اور ہدایات لامحالہ REPRESS کر دی جائیں گی بھلا دی جائیں گی ـــــ اسی طرح خوشگوار اور لذیذ یادیں تا دیر یاد رہتی ہیں محبّت کے لمحات تا دیر ذہن میں رہتے ہیں اور انسان بار بار ان کے ذکر اُن کی یاد سے لُطف اُٹھاتا ہے۔ پس ایسی یادوں کے ساتھ مُنسلک واقعات بھی نہایت احسن طریقے پر سطحِ شعور پر قائم رہتے ہیں۔ مثلاً جب ایک بچّے کو لائبریری لے جایا گیا راستے میں اُس کو آئس کریم بھی کھلائی گئی ـــــ آخر کار لائبریری جانے کی عادت کچھ عرصے بعد اس قدر پختہ ہو جائے گی کہ اپنے اندر ایک افادیّت اور لذّت بن جائے گی اور رفتہ رفتہ یہ عمل حصولِ علم اور کتابوں سے محبّت میں تبدیل ہو جائے گی ـــــ اسی طرح جب بچّے کو نماز پڑھانے کے لئے اپنے ساتھ بیت الذکر لے جایا گیا اُس کی نہ کسی عادت کو نشانہ بنا کر اُس کو سخت سُست کہا گیا۔ یہ وابستگی تلخی بچّے کے ذہن میں بیت الذکر کی طرف جانے سے مُنسلک کی گئی اور رفتہ رفتہ یہ تکلیف دِہ امر کی صورت سامنے آنے لگتی ہے ـــــ یہ باتیں اِس قدر سیدھی سادی اور آسان ہیں کہ کوئی بھی والد یا والدہ سمجھ سکتے ہیں۔

ابھی تک ہم نے شخصیت کا صرف ایک حصّہ یعنی PARENT سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ یہ بہت ضروری حصّہ ہے مگر پوری شخصیت اور اس کی کارکردگی سمجھنے کے لئے باقی دو حصّوں یعنی CHILD اور ADULT کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ (باقی آئندہ)

خدّام کے مطالعہ کے لئے کتاب

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتب کے مطالعہ کے سلسلہ میں دسمبر ۱۹۸۹ء میں خدام کے لئے کتاب "توضیح مرام" مقرر کی گئی ہے۔ خدّام اِس کا دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کریں۔
قائدین سے گذارش ہے کہ مہینہ کے آخر پر خدّام کا جائزہ لیکر مطالعہ کرنیوالوں کی معیّن تعداد سے مطلع فرمائیں۔

(مہتمم تعلیم مجلس خدّام الاحمدیہ پاکستان)

ایک سروے

سو سال کے دوران

جماعتِ احمدیہ کی سب سے بڑی کامیابی؟

۱۸۸۹ء سے لے کر ۱۹۸۹ء تک کے سو سال میں جماعتِ احمدیہ ایک سے شروع ہو کر ایک کروڑ سے کہیں اُوپر نکل گئی۔ ایک ملک سے نکل کر ۱۲۰ ممالک تک پھیل گئی ـــــ ایک چھوٹی سی بیت الذکر سے چل کر سینکڑوں ہزاروں خانہ ہائے خدا تک پہنچ گئی ـــــ براہین احمدیہ کی پہلی کتاب ۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ ہزاروں کتب کے بھاری اور ضخیم کتب خانوں میں تبدیل ہو گیا۔ غرضیکہ جس پہلو اور جس انداز سے بھی دیکھا جائے ایک عظیم الشان کامیابی جماعتِ احمدیہ نے حاصل کی ہے۔ عبادات کی بات ہو یا ہمدردئ خلائق، علم کا میدان ہو کہ اخلاق، ہر جہت میں خدا تعالیٰ کے انوار اور افضال موسلا دھار بارش کی طرح شمار و قطار سے باہر ہیں۔ بعض احباب جماعت سے اِس بارہ میں ایک مختصر سا سوال پوچھا گیا ہے کہ

"آپ کے خیال میں جماعتِ احمدیہ نے اِن سو سال کے دوران سب سے بڑی کامیابی کیا حاصل کی ہے ـــــ ؟"

جو جوابات سامنے آئے ہیں وہ بڑے ایمان افروز ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے :۔

(۱) حضرت مولوی محمد حسین صاحب رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ :

۱۔ احمدیت کی پہلی صدی میں ہی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ہر مذہب پر ثابت کر دیا کہ دینِ حق عالمگیر مذہب ہے اور ایسے دلائل بیان کئے کہ ہر مذہب کو انعام مقرر کر کے مدعو کیا کہ ہمارے دلائل کو کوئی توڑ کر کے بتائے مگر جتنے بڑے بڑے غیر مذاہب تھے ان کو مقابلہ کرنے کی جُرأت نہ ہو سکی۔

۲۔ آپ نے ایسے گمنام گاؤں میں بیٹھ کر اِس قسم کی پیشین گوئیاں فرمائیں کہ "میرا خدا مجھے فرماتا ہے کہ میں تیری

..... کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" اور یہ پیشگوئی پہلی صدی میں ہی پوری ہو گئی۔

۳۔ حضرت اقدس کو ایسے مخلصین عطا فرمائے گئے جو اپنے مال اور جانیں خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے ہمہ تن مصروف تھے۔

۴۔ حضور کو داعی الی اللہ کا ایسا بے نظیر نظام قائم کرنے کا موقع ملا جس کی دُنیا میں مثال نہیں۔

۵۔ احمدیت کی پہلی صدی میں ہی تمام مذاہب مع علماء کے ایسی بُری طرح شکست کھا گئے ہیں کہ اسّی سال مناظرے کرنے کے بعد انہوں نے جب دیکھا کہ احمدیوں کا مقابلہ دلائل سے نہیں ہو سکتا تو اَب آخری فیصلہ ان کو مکّہ والوں کی طرح یہ کرنا پڑا کہ لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْاٰن۔

(۲) محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ:

سَو سال کے عرصہ میں جماعتِ احمدیہ نے امام جماعتِ احمدیہ سے محبت کی عظیم کامیابی حاصل کی۔ احبابِ جماعت کو حاصل ہونے والی اِس سے بڑی اَور کیا کامیابی حاصل ہو سکتی ہے؟

(۳) محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر و وکیلِ اعلیٰ تحریکِ جدید و صدر مجلس انصار اللہ پاکستان:

دینِ حق سے متعلق سوچ پر جماعتِ احمدیہ اس طرح اثر انداز ہوئی کہ توحید کے پیروکار اپنی بہت سی غلط چیزیں چھوڑ گئے اور جماعتِ احمدیہ کے نظریات کو دانستہ یا نادانستہ اپنا لیا اس کی وجہ سے دوسرے مذاہب کا رویہ بھی دینِ حق کی طرف ہو گیا۔

(۴) حضرت سیدہ اُمِّ متین مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان:

ساری دُنیا میں جماعتِ احمدیہ کا اِتنی وسعت سے پھیل جانا اور جبکہ مخالفتیں بھی اتنی ہی شدید تھیں اور کوئی مخالف اِس نام کو نہ مٹا سکا۔ اِس سے بڑی کامیابی اَور کیا ہو سکتی ہے۔

(۵) محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد:

دُنیا بھر کے مختلف خطّوں، نسلوں اور معاشروں سے تعلق رکھنے والے ایک کروڑ سے زائد انسانوں میں ایسی عظیم الشان اور پاکیزہ روحانی تبدیلی پیدا کر دکھائی کہ ناممکن کو ممکن بنا کر رکھ دیا۔

(۶) محترم محمود احمد صاحب سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ:

سَو سال میں سب سے بڑی کامیابی امامِ وقت کی برکت سے حاصل ہونے والی استقامت ہے۔ پہلے تو کتابوں میں پڑھتے تھے حالیہ دَور میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جماعت کو کیسی حیرت انگیز استقامت حاصل ہے اور یہ سب ایک امام کی اطاعت کی برکت ہے۔ جس جماعت کو یہ حاصل ہو جائے اَور اسے کیا چاہیئے۔

(۷) حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ صدر مجلس وقفِ جدید:

بفضلِ خدا جماعتِ احمدیہ کی کامیابیاں بہت کثیر ہیں لیکن بفضلِ خدا نظامِ قدرتِ ثانیہ کا قیام اور استقلال تمام کامیابیوں کا مرکز خاکسار کی رائے میں ہے۔

(۸) محترم مولانا نذیر احمد مبشر صاحب نائب صدر مجلس تحریکِ جدید و سابق غانا و مغربی افریقہ:

دعوتِ دینِ حق کو دُنیا بھر میں پہنچا دینا ہی جماعت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

(۹) حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر

صوبائی صوبہ پنجاب:

جماعت نے جانی اور مالی قربانی کا صحیح معیار قائم کر کے خدمتِ دینِ حق کو نہایت وسیع پیمانہ پر کرنے میں خدا کے فضل سے کامیابی حاصل کی ہے۔ زندگیاں وقف کیں۔ نہایت شاندار مالی قربانی کی۔ اخلاق میں خوبصورتی پیدا کی جو اس وقت کی دنیا میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے اور ان سب باتوں کو دینِ حق کی خدمت میں استعمال کیا۔

(۱۰) محترم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب (اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے) سابق ناظر امور عامہ:

حد درجہ نامساعد اور مشکل حالات میں جماعتِ احمدیہ آگے سے آگے بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کا مسلسل آگے بڑھتے چلے جانا ہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

(۱۱) محترم میر محمود احمد صاحب ناصر پرنسپل جامعہ احمدیہ ووکیل التصنیف تحریکِ جدید:

جماعتِ احمدیہ کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس نے انسان کا زندہ خدا سے زندہ تعلق پیدا کر دیا ہے۔

(۱۲) محترم مولانا نسیم سیفی صاحب وکیل التعلیم تحریکِ جدید ایڈیٹر روزنامہ الفضل، ایڈیٹر ماہنامہ تحریکِ جدید:

احمدیت نے دعویٰ کیا کہ وہ دینِ حق کی نشأۃِ ثانیہ ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ دینِ حق زیادہ سے زیادہ جگہوں پر پہنچ جائے۔ اب احمدیت کو اللہ تعالیٰ نے ۱۲۰ ممالک میں قائم فرما دیا ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

(۱۳) محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان:

گزشتہ سو سال میں جماعتِ احمدیہ کی سب سے بڑی کامیابی کو چند لفظوں میں بیان کرنا دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ مزید برآں "بہت بڑی کامیابی" خود ایک نسبتی امر ہے جو مختلف پہلوؤں سے مختلف ہو سکتی ہے۔ بہرحال میرے نزدیک جماعت کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ توحیدِ باری اور رسالتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدقِ دل سے تسلیم کرنے والی یہ جماعت سو سال تک مخالفتوں کے خوفناک طوفانوں کے مقابل پر استقلال اور ثباتِ قدم سے قائم رہی ہے اور نقشۂ عالم پر مختلف قومیتوں کے ایک کروڑ سے بھی زائد ایسے دِل پیدا کر دیئے ہیں جو خدا اور اس کے رسولؐ کے نام پر متحد ہو کر بھائی بھائی بن گئے ہیں۔ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے اور راہِ مولا میں ہر آن سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے مستعد اور تیار رہتے ہیں۔

اس عظیم الشان کامیابی کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ اس الٰہی جماعت کی اکثریت کے عملِ صالح پر قائم رہنے کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے قدرتِ ثانیہ کا انعام ہمیں حاصل ہے جسے سو سال میں ایسا استحکام نصیب ہوا جسے تمام کامیابیوں کی کامیابی قرار دیا جا سکتا ہے۔ علمی و ظاہری غلبے اور مادی و روحانی وسعتوں کی جملہ فتوحات دراصل اسی قدرتِ ثانیہ کی فروع اور برکات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔

(۱۴) محترم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب وکیل المال ثانی تحریکِ جدید:

دنیا کے قریباً سوا سو ممالک میں اللہ اکبر کی صدا بلند کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا نعرہ بلند کرنے والے فدائی پیدا کئے ہیں۔

(۱۵) محترم سید عبدالحی شاہ صاحب ناظر اشاعت صدر انجمن احمدیہ:

جماعتِ احمدیہ نے اپنی پہلی صدی میں سب سے بڑی

کامیابی یہ حاصل کی ہے کہ خلافت علیٰ منہاج نبوت کے احیاء سے وہ بنیاد فراہم کردی ہے جو آئندہ صدیوں میں عالمگیر سطح پر اشاعتِ اسلام اور قیامِ شریعتِ اسلامیہ کے کام کو آسان کر دے گی۔

(۱۶) محترم چوہدری احمد مختار صاحب امیر کراچی:

قیامِ نظامِ قدرتِ ثانیہ

(۱۷) محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب امیر لاہور:

وفاداری بشرطِ استواری میں وقت کے گذرنے کے ساتھ پختہ سے پختہ تر ہوتی گئی ہے اور یہ نظامِ قدرتِ ثانیہ کی برکت سے ہوا ہے۔

(۱۸) محترم جنرل عبد العلی ملک صاحب اسلام آباد:

دینِ حق کے اُس آفاقی اور ازلی و ابدی پیغام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کی سعادت اللہ تعالیٰ کی قدرتِ ثانیہ کی رہنمائی اور سرپرستی میں جماعتِ احمدیہ کو حاصل ہوئی ہے اور میرے خیال میں پہلی صدی کے دوران جماعتِ احمدیہ کی یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ مہ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(۱۹) محترم چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر ضلع شیخوپورہ:

قدرتِ ثانیہ کا قیام اور استحکام

(۲۰) محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم۔اے۔ ایم لٹ ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ:

استحکامِ قدرتِ ثانیہ

(۲۱) محترم ائر مارشل (ریٹائرڈ) ظفر چوہدری صاحب:

ہمارے دشمن بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ احمدیوں کا اخلاق اور کردار اکثر و بیشتر دینِ حق کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور انہیں اس میدان میں دوسرے فرقوں پر واضح برتری حاصل ہے اور جماعتِ احمدیہ کی یہ بہت بڑی کامیابی ہمارے لئے خاص خوشی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تشکر کا باعث ہے۔

(۲۲) محترم راجہ غالب احمد صاحب سابق چیئرمین پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ:

زندہ خدا سے زندہ تعلق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لازوال محبّت کا صرف دعوٰی نہیں کیا بلکہ اسکے زندہ تعلق اور زندہ محبّت کے عملی ثبوت اور نشانات بھی پیش کئے۔

(۲۳) محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر الفضل:

احمدیت نے دینِ توحید کے پیروکاروں کو مایوسی سے نجات دلائی۔ یہ جو آج ان میں احساسِ بیداری پیدا ہوا ہے یہ احمدیت کی وجہ سے ہے کہ یہ لوگ اب بڑے فخر سے سر اونچا کر کے غیر مذاہب کے لوگوں سے بات کرتے ہیں۔ یہ حوصلہ حضرت بانیٔ سلسلہ نے دیا۔

(۲۴) محترم مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب:

دُنیا کے مختلف ممالک کے لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبّت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پیدا کر دیا۔ ڈنمارک میں سوین ہنسن، عبد السلام میڈسن، ناروے میں نور احمد بولستاد، ہالینڈ میں ہبۃ النوّر، حمید احمد، جرمنی میں عبد اللہ واگس ہاؤزر اور ہدایت اللہ ہیبش اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

(۲۵) محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ:

جماعتِ احمدیہ نے اپنی پہلی صدی میں سب سے بڑی

کامیابی کیا حاصل کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دُنیا میں قرآن مجید کے تراجم کی اشاعت کرکے دینِ حق کی تعلیم پھیلا دی گئی۔

(۲۶) حضرت سیدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حرم حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ :

نظامِ قدرتِ ثانیہ کے ذریعہ ایک امام کے ہاتھ پر جماعت کا مضبوطی سے قائم رہنا اور اس وابستگی کے نتیجہ میں جماعتی تعلق اور ایمان میں اضافہ ہونا اور امامِ جماعت سے جماعت کے ہر فرد کا ذاتی تعلق اور مرکز سے پختہ تعلق قائم رکھنا یہ ہے جماعت کی سَو سال میں حاصل ہونے والی سب سے بڑی کامیابی۔

(۲۷) محترم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم مربی انچارج مغربی جرمنی :

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے احمدیت کو ان گنت عظیم نمایاں کامیابیوں سے نوازا ہے اور ان میں سے کسی ایک کو سب سے عظیم نمایاں کامیابی قرار دینا اگر ناممکن نہیں تو مشکل تو ضرور ہے کیونکہ اگر ایک زاویہ سے قدرتِ ثانیہ کا ٹھوس بنیادوں پر قیام سب سے عظیم نمایاں کامیابی ہے تو ایک اور زاویہ سے وجاھدھم بہٖ جھاداً کبیراً کے ارشاد کی تعمیل میں قرآن کریم کے متعدد زبانوں میں تراجم کی اشاعت سب سے عظیم نمایاں کامیابی ہے۔
وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

(۲۸) محترم چوہدری محمد علی صاحب ایم۔اے سابق پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ :

عاجز کی رائے میں سب سے بڑی کامیابی نظامِ قدرتِ ثانیہ کا ہمیشہ کے لئے قیام جس کی وجہ سے تاریخ کے سب سے بڑے فتنے کا ہمیشہ ہمیش کے لئے استیصال ہو گیا۔

(۲۹) محترم شیخ عبدالقادر صاحب محقق عیسائیت لاہور :

انھوں انسانوں کے دِل میں زندہ خدا کی محبت ڈال دی اور زندہ رسولؐ کے عشق سے سرشار کر دیا اور ساری دُنیا کی قوموں کے لئے ان کو داعی الی اللہ بنا دیا اور ایک عالمی جماعت معرضِ وجود میں آگئی جو بیج ہے اُس روحانی انقلاب کا جو آئندہ دو سَو سال میں سارے گلوب کو اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے۔

(۳۰) محترم مولانا بشارت احمد بشیر صاحب سابق مربّی مغربی افریقہ :

نظامِ قدرتِ ثانیہ کا قیام اور اس کا استحکام ہی جماعت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

(۳۱) محترم میاں محمد شفیق صاحب سہگل امیر جماعت ضلع ملتان :

اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ابتلاؤں کے میدانوں سے نکھر کر نکلنا۔

(۳۲) محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب :

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کی تعلیم کے نتیجہ میں جو لٹریچر اور جدید علمِ کلام پیدا کیا ہے اس کی نظیر گذشتہ چودہ سَو سالوں میں نہیں ملتی خاص طور پر قرآن کریم کو باطنی اور ظاہری علوم کا حامل قرار دے کر اس کا احیاء۔

(۳۳) ممتاز ماہرِ تعلیم محترم میاں محمد افضل صاحب :

۱۲۰ ممالک میں احمدیت کا پھیل جانا اور قرآن مجید کے پچاس سے زیادہ زبانوں میں تراجم، احمدیت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

(۳۴) محترم کیپٹن شمیم خالد صاحب :

اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان جو رشتہ کمزور ہو گیا تھا اس کا احیاء، اخلاقِ فاضلہ کا احیاء جو در اصل

انسانیت کا احیاء ہے۔

(۳۵) محترم جمیل الرحمٰن صاحب رفیق سابق امیر و مربی انچارج کینیا:

اللہ کے ہاتھ کا لگایا ہوا یہ مقدس پودا سو سال میں شجرۂ طیبہ بن چکا ہے جس کی جڑیں مضبوطی سے دنیا کے ۱۲۲ ممالک میں قائم ہو چکی ہیں اور شاخیں آسمان میں جا پہنچی ہیں ہر دم یہ مقدس درخت تازہ بتازہ شیریں پھل دے رہا ہے بصیرت کی آنکھ سے مشاہدہ کرو۔

(۳۶) محترم مولانا محمد صدیق صاحب گورداسپوری سابق مربی امریکہ و مغربی افریقہ:

جماعت احمدیہ نے دنیا بھر کے مسلمانوں میں بیداری کی ایک رَو پیدا کر دی ہے جس کے نتیجہ میں اب ان کے اندر دین حق کی اشاعت اور ترقی کے لئے غیر معمولی جذبہ پیدا ہو گیا ہے جس کے واضح آثار افریقی ممالک میں پیدا ہو رہے ہیں اور اپنے اور بیگانے سبھی اس کے معترف ہو رہے ہیں۔

(۳۷) محترم کرنل (ریٹائرڈ) دلدار احمد صاحب لاہور:

جماعت احمدیہ کو دنیا کی جس قدر زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کرنے کی توفیق ملی ہے قرآن کریم کی اتنی خدمت کرنے کی کسی اور جماعت یا فرقے یا حکومت کو توفیق نہیں ملی۔ بلاشبہ یہ ایک حیرت انگیز کامیابی ہے۔

(۳۸) محترم ڈاکٹر غلام اللہ صاحب ایم۔ ایس سی، پی ایچ ڈی سابق صدر شعبہ اینتھالوجی پنجاب یونیورسٹی لاہور:

پہلے ہندوستان اور اب پاکستان کے مخالفین نے جماعت احمدیہ کی زبردست مخالفت کی لیکن صدی کے اختتام سے پہلے اپنی ناکامی پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور اس کا اظہار انہوں نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو جماعت کی خوشیوں پر پابندی عائد کرنے کی کوششوں سے کیا۔ جماعت کی خوشیوں پر پابندی عائد کرنے کی یہ کوشش جماعت کی زبردست کامیابی کا اعتراف تھی۔

(۳۹) محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ:

قرآن کریم اور اس کے عرفان کو دنیا میں پھیلانا ایک عظیم خدمت دنیا ہے اس لئے میری نظر میں اس صدی کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے صرف جماعت احمدیہ کو ہی یہ توفیق بخشی ہے کہ آج سو زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کروا کر سو ملکوں میں پھیلا رہی ہے۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست

یہ سب اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں کو پورا ہوتا دیکھنا اس جماعت کے نصیب میں ہے۔ ؎

دل میں مرے یہی ہے تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(۴۰) محترم سید محمد احمد شاہ صاحب ابن حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب:

قیام و استحکام نظامِ قدرتِ ثانیہ

(۴۱) محترم سید داؤد مظفر شاہ صاحب:

جماعت نے سو سال کے دوران میں صبر و استقامت کا جو اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے اور ایمان و ایقان باللہ میں پختگی حاصل کی ہے اور عبادات، جانی و مالی قربانیوں میں سبقت حاصل کی ہے یہی بڑی کامیابی ہے۔ احمدیت کے اندر اُمتِ واحدہ کا نمونہ ظاہر ہے۔ سب جھگڑے اور اختلافات رنگ و نسل ہی ختم ہو گئے ہیں یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔

(۴۲) محترم ڈاکٹر عمر الدین سدھو صاحب سابق ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ:

اتنی مخالفت کے باوجود جماعت احمدیہ ایک سو بیس (۱۲۰) ممالک میں پھیل گئی اور اب تو اللہ تعالیٰ نے سلامتی اور رحمت نازل فرما دی ہے۔

(۴۳) محترم مبشر احمد دہلوی صاحب لاہور:

دینِ حق کو ملائیت سے بچا لیا۔ یہی جماعتِ احمدیہ کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

(۴۴) محترم ڈاکٹر محمد علی صاحب سائیکاٹرسٹ سی ایم ایچ حیدرآباد:

بیساختہ جو جواب ذہن میں آتا ہے وہ یہی ہے کہ احمدیت نے انسانوں کو ایمان اور عرفان کی ایک ایسی کیفیت سے آشنا کر دیا جس میں عقلیت اور عقیدت کے تقاضے ایک ہو گئے ہیں۔ مادیت اور کفر و شرک سے بھری ہوئی دُنیا میں یہ ایک ایسا زبردست دینی شعور ہے اور ایمان کی وہ کیفیت ہے جو شاید گذشتہ زمانوں میں انسان کو حاصل نہیں تھا۔ دینِ حق کو اس شان سے پیش کرنا جماعتِ احمدیہ کی سب سے عظیم الشان کامیابی ہے۔

(۴۵) محترم چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔اے جنرل سیکرٹری جماعتِ احمدیہ لاہور۔ ریٹائرڈ صوبائی ڈائریکٹر آڈٹ پنجاب:

جماعتِ احمدیہ کی پہلی صدی سے قبل ایمان ثریا تک جا چکا تھا۔ پہلی صدی کے دوران یہ ایمان واپس آنا شروع ہو چکا ہے بلکہ واپس آگیا ہے اور از سرِ نو قائم ہو رہا ہے بلکہ ہو چکا ہے اور دُنیا کا گوشہ گوشہ توحید اور رسالتِ محمدیہ کی پُر شوکت آواز سے گونج اُٹھا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

(۴۶) محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ:

مخالفت کی تُندی نے جستجو کے دروازے وا کئے اور ہر شخص نے اپنی اپنی بساط کے مطابق احمدیت کی اساس کو کھنگالا ـــ اور اپنی ہمت و توفیق کے مطابق دُرِّ نایاب نکال لایا ـــ یعنی احمدیت نے ہر جوئندہ کو اپنا چہرہ دکھلا دیا ہے۔ دینِ حق کی صداقتوں کے ثبوت مہیا ہو گئے۔

(۴۷) محترم نواب زادہ عباس احمد خان صاحب لاہور:

جماعتِ احمدیہ کی پہلی صدی میں سب سے بڑی کامیابی زندہ خدا پر زندہ ایمان، قدرتِ ثانیہ کا ظہور اور خدا تعالیٰ کے بندوں کی ایمانی اور عملی قوتوں کے احیاء ہیں۔

(۴۸) محترم آغا سیف اللہ خان صاحب مینیجر الفضل:

جماعتِ احمدیہ نے جو علم الکلام دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے اُس نے اپنی معقولیت اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ہونا دُنیا سے منوا کر سب سے بڑی کامیابی پائی ہے۔

(۴۹) مکرم پروفیسر قلندر مہمند صاحب پشاور:

۱۸۸۹ء کے بعد کے سو برسوں میں "پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم اُفتاد" کی پیشگوئی ہر میدان میں پوری ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

(۵۰) محترم محمود مجیب اصغر صاحب الخبیر:

حضرت بانیٔ سلسلہ کا یہ دعویٰ کرنا کہ خدا مجھے فرماتا ہے "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" مسلسل ایذا رسانیوں اور رکاوٹوں اور مقدمات اور سازشوں کے ادوار حتیٰ کہ ناخنوں تک دشمن کی طرف سے زور لگایا گیا لیکن کرۂ ارض کے چاروں برِّ اعظموں پر ایک سو بیس ممالک میں ایک کروڑ سے زائد نفوس کا قائم ہو جانا جماعتِ احمدیہ کی پہلی صدی میں سب سے بڑی کامیابی ہے۔

نوٹ:- بیرون از پاکستان بھی احباب سے یہی سوال پوچھا گیا ہے۔ کئی جواب موصول ہو چکے ہیں آئندہ کسی شمارہ میں بقیہ پچاس آرا بھی شاملِ اشاعت کی جائیں گی۔ خیال تھا کہ سو سال کی مناسبت سے سو احباب کی رائے درج کی جائے۔ (ادارہ)

مذہبی قوموں کی تعمیر اخلاقی تعمیر کے بغیر ناممکن ہے (بقیہ صفحہ ۱۲)

میرا پروگرام یہ ہے کہ تمام مجالس پر اس پہلو سے نظر رکھوں اور ان کی رپورٹوں کو سردست مختصر بنا دوں۔ ان سے یہ توقع رکھوں کہ آپ لمبی تفصیلی رپورٹیں مجھے نہ کریں جن سے مَیں خود براہِ راست گذر نہ سکوں بلکہ مجھ تک آپ جو کام پہنچانا چاہتے ہیں وہ مختصر کر دیں اور بجائے اس کے کہ یہ بتائیں کہ آپ نے کتنے پیڑ لگائے اور کتنی محنتیں کیں اور کس طرح ان پودوں کو تناور درختوں میں تبدیل کیا مجھے صرف یہ بتا دیا کریں کہ پھل کتنے لگے پیڑوں سے مجھے غرض نہیں ہے۔ تو پھلوں کے لحاظ سے اِن پانچ عادات کے متعلق رپورٹ مِل جائے کہ آپ نے کتنے احمدیوں میں یہ عادات راسخ کرنے میں کام کیا ہے؟ کتنے لوگوں نے، بچوں نے، بڑوں نے، مردوں اور عورتوں نے عہد کیا ہے کہ وہ آئندہ جھوٹ نہیں بولیں گے اور اس کے سلسلے میں آپ نے کیا کارروائیاں کی ہیں؟ سردست صرف یہ بتائیں یعنی نظر رکھنے کے لئے کیا کارروائیاں کی ہیں؟ عادتوں کو مزید راسخ کرنے کے لئے کیا کارروائیاں کی ہیں؟ اِتنا حصہ بے شک مزید بھی بتا دیں جو پھلوں کی حفاظت سے تعلق رکھنے والا حصہ ہے۔ پھل پیدا کریں۔ انکی حفاظت کا انتظام کریں اور وہ حفاظت کی جو کارروائیاں ہیں وہ اپنی رپورٹ میں بے شک مختصراً لکھ دیا کریں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ پتہ لگ جایا کرے کہ عرصہ زیر رپورٹ میں کتنے ایسے احمدی بچے، بڑے تھے جو نماز پنجوقتہ نہیں پڑھتے تھے، جن کو آپ نے نماز پنجوقتہ کی عادت ڈالی ہے یا کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے اور آپ نے ایک یا دو نمازوں کی عادت ڈالی ہے۔ صرف یہ تعداد کافی ہے۔ اگلی رپورٹ میں ان کا ذکر نہ ہو بلکہ مزید جو آپ نے اس میں شامل کئے ہوئے ہیں ان کا ذکر ہو یا اگر دو پڑھتے تھے اور تین پڑھنے لگ گئے تو ان کا ذکر ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ ذکر ہو کہ کتنے ایسے احمدی تھے جن کو نماز کا ترجمہ نہیں آتا تھا اور ان کو آپ نے کسی حد تک ترجمہ پڑھایا ہے۔ اِس کے بھی مختلف مراحل ہیں۔ کسی کو ترجمہ شروع کروا دیا گیا ہے، کسی کا ترجمہ مکمل ہو گیا ہے۔ تو دو حصوں میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اِتنے ترجمہ پڑھ رہے ہیں اور اِتنے ایسے خوش نصیب ہیں جو اگرچہ پہلے ترجمہ نہیں جانتے تھے اور اب ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اِن کو ترجمہ آگیا ہے۔ تو یہ چھوٹے چھوٹے کام ہیں اِن کی طرف ساری مجالس اپنی ساری توجہ مبذول کر دیں۔ اِن کے علاوہ جو دوسرے کام ہیں سردست وہ جاری تو رہیں گے مگر ان کو مقابلۃً ثانوی حیثیت دیں۔ اِس سے مَیں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی عظیم الشان تعمیر کی ایسی بنیادیں قائم ہو جائیں گی جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تمام دُنیا میں دینِ حق کی عمارت کو مستحکم اور بلند تر کرنے میں عظیم الشان کارنامے سر انجام دیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق عطا فرمائے*

ضروری گزارش!

خریدار حضرات اپنے تبدیلی پتہ سے ضرور مطلع کرتے رہا کریں تاکہ پرچہ ضائع نہ ہو۔ (مینیجر خالد ربوہ)

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے برادرم مکرم سید قمر سلیمان احمد صاحب مہتمم امور طلباء مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو مورخہ ۸ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کو دو بیٹیوں کے بعد پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کا نام ارسلان احمد رکھا گیا ہے۔ نومولود حضرت میر داؤد احمد صاحب کا پوتا اور مکرم بریگیڈیر ریٹائرڈ وقیع الزمان خانصاحب کا نواسہ ہے۔

احباب جماعت سے بچے کے نیک اور خادم دین ہونے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

(مینجر خالد۔ تشحیذ۔ ربوہ)

دعائے نعم البدل

مکرم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی نومولودہ بیٹی عزیزہ سعیدہ رحمٰن ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو وفات پا گئی۔ نومولودہ محترم صوفی خدا بخش صاحب عبد زیروی محلہ دار النصر غربی ربوہ کی پوتی اور محترم چوہدری محمد رشید صاحب دار الصدر شمالی کی نواسی ہے۔

احباب جماعت سے نعم البدل عطا ہونے اور لواحقین کے لیے صبر جمیل عطا ہونے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

(مینجر خالد و تشحیذ۔ ربوہ)

تقریب شادی

مکرم برادرم سید مبشر احمد صاحب ایاز استاذ الجامعہ احمدیہ کی شادی مورخہ ۲۹ر نومبر ۱۹۸۹ء ہمراہ محترمہ امۃ القیوم سعدیہ صاحبہ بنت مکرم حبیب احمد خانصاحب آف لاہور عمل میں آئی۔

یکم دسمبر ۱۹۸۹ء کو دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں بزرگان سلسلہ اور احباب جماعت نے شمولیت فرمائی۔ نکاح کا اعلان اس سے قبل ۳۰ر جون ۸۹ء کو محترم مولانا مبشر احمد صاحب کاہلوں نے البیت المبارک میں فرمایا تھا۔

احباب جماعت سے رشتہ کے بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

(مینجر خالد و تشحیذ ربوہ)

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے برادرم مکرم شیخ محمد یوسف صاحب قمر ایڈووکیٹ قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع قصور کو مورخہ ۲۹ر اکتوبر ۸۹ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کا نام عثمان یوسف رکھا گیا ہے۔

نومولود مکرم شیخ محمد اسلم صاحب آف قصور کا پوتا اور مکرم ملک عبد الرب صاحب محلہ دار الرحمت ربوہ کا نواسہ ہے۔

احباب جماعت سے بچے کے نیک اور خادم دین ہونے کے لیے درخواست دعا ہے۔

(مینجر خالد و تشحیذ۔ ربوہ)

اخبارِ مجالس

(جنوری تا اگست ۱۹۸۹ء)

ع ہم تو جس طرح بنے کام کیئے جاتے ہیں

(مرتب: مبشر احمد محمود)

شعبہ اشاعت

قیادت گلبرگ لاہور:۔

ماہ جنوری سے مجلس کے سَو فیصد گھروں میں رسالہ خالد اور تشحیذ کا اجراء کروایا گیا۔ خالد کے لیئے اشتہارات بھجوائے گئے۔

اسٹیل ٹاؤن کراچی:۔

مؤثر تحریک کے بعد ماہ مئی سے بفضلِ خدا سَو فیصد خدام "خالد" کے خریدار بن گئے ہیں۔ اِسی طرح خدام کی مساعی کے نتیجہ میں تشحیذ بھی تمام گھروں میں جانے لگا ہے۔

قیادتِ ضلع لاہور:۔

پہلی سہ ماہی کے دَوران ضلع کی جملہ مجالس میں خالد اور تشحیذ کی خریداری بڑھانے کے لیے بھرپور کوششیں کی گئیں۔ چنانچہ نومبر تا جنوری ۱۵۵ نئے خریدار بنائے گئے۔ اور اس طرح خالد کے خریداروں کی کُل تعداد ۱۲۵۵ ہو گئی۔ چار مجالس میں خالد کی خریداری سَو فیصد رہے اور دیگر مجالس اس کے لیئے بھرپور مساعی کر رہی ہیں۔ اسی طرح اشتہارات بھی بھجوائے جاتے رہے۔

شعبہ تعلیم

قیادت گلبرگ لاہور:۔

جنوری میں پہلی سہ ماہی کے علمی مقابلہ جات کروائے گئے۔ نری کوچنگ کلاس بھی جاری رہی۔

حلقہ فیکٹری ایریا شاہدرہ ٹاؤن:۔

۱۷ر جون سے بیت الذکر فیکٹری ایریا میں ایک

فری کوچنگ کلاس کا آغاز کیا گیا۔ سائنس اور آرٹس کے مختلف مضامین کے علاوہ ایک لازمی پیریڈ دینی مسائل کے لئے رکھا گیا ہے۔ اساتذہ میں ایک پی۔ ایچ ڈی اور ایک ایم۔ بی بی ایس دوست شامل ہیں۔

وحدت کالونی لاہور:۔

۱۳ر اگست کو علمی مقابلے کروائے گئے۔ مضامین لکھوائے گئے اور ۱۲۳ خدام سے مقررہ کتاب پڑھوائی گئی۔

شعبہ صنعت و تجارت

قیادت ضلع فیصل آباد:۔

۱۲ر مئی کو صنعتی تربیتی کلاس منعقد کی گئی جس میں خدام و اطفال کو ریفریجریٹر اور ٹیلیویژن کے بارہ میں فنی معلومات بہم پہنچائی گئیں۔ کلاس میں ۱۲۵ خدام و اطفال نے شرکت کی۔

قیادت ضلع کوئٹہ:۔

ماہ جون میں ایک الیکٹریشن کلاس کا اجراء کیا گیا جو ایک ہفتہ جاری رہی۔ دس خدام نے استفادہ کیا۔ اسی طرح فرنیچر کی پالش سکھانے کے لئے کلاس لگائی گئی جو دو دن جاری رہی اور بارہ خدام نے استفادہ کیا۔

شعبہ تربیت

مالو کے بھلی ضلع سیالکوٹ:۔

۱۹ر جنوری

بروز جمعرات خدام نے اجتماعی نماز تہجد ادا کی۔ اور صد سالہ جوبلی کے تحت نفلی روزہ رکھا۔

میرا بھرٹ کا ضلع میرپور آزاد کشمیر:۔

ماہ جنوری میں دو دفعہ نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی۔ ایک نفلی روزہ رکھا گیا اور اجتماعی طور پر بیت الحمد کی صفائی کی گئی۔ ماہ رمضان میں سحری کے وقت باقاعدہ درود شریف کا ورد کیا جاتا رہا۔

قیادت مغلپورہ لاہور:۔

ماہ جنوری کے دوران نماز کی حاضری میں اضافہ کے لئے خصوصی کوششیں کی گئیں۔ تمام حلقہ جات میں تربیتی دورہ کیا گیا۔ ۲۴ خدام نے وقف عارضی کے فارم پُر کئے۔ نئے سال کا آغاز اجتماعی نماز تہجد اور نفلی روزہ سے کیا گیا تھا۔

حلقہ گلشن پارک مغلپورہ لاہور:۔

یکم جنوری کو اجتماعی نماز تہجد ادا کی گئی۔ ۱۹ر جنوری کو محفل سوال و جواب میں غیر از جماعت دوستوں کے سوالوں کے جواب دیئے گئے۔ ۲۶ر جنوری کو بھی اجتماعی نماز تہجد ادا کی گئی اور نفلی روزہ رکھا گیا۔ اطفال و خدام اور انصار کی بڑی تعداد نے ان پروگراموں میں شرکت کی۔

قیادت گلبرگ لاہور:۔

جنوری میں ۹۲ خدام نے حضور کی خدمت میں دعائیہ خطوط لکھے۔ وقف عارضی کے مزید چار فارم بھجوائے

گئے۔ نمازوں میں حاضری اور دیگر تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی گئی۔ ۵۵ خدام نے نفلی روزہ رکھا۔

ڈرگ روڈ کراچی :-

۲۰ تا ۲۷ر جنوری ہفتہ تربیت منایا گیا۔ دوران ماہ مجلس عاملہ کے تین اجلاس ہوئے۔ ماہانہ اجلاس عام ۲۷ر جنوری کو ہوا۔ جس میں تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی گئی۔ خدام و اطفال کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

چک ۹۸ شمالی سرگودھا :-

ماہ جنوری میں تربیتی کلاس منعقد ہوتی رہی جس میں اطفال و خدام اور انصار نے شرکت کی۔ صد سالہ جشن تشکر پروگرام کے تحت نفلی روزہ رکھا گیا۔ ۱۱ خدام نے حضور کو دعائیہ خطوط لکھے۔ دو اجلاس عام اور دو اجلاس عاملہ منعقد ہوئے۔ داعیان الی اللہ کی تربیت کے سلسلہ میں بھی ایک اجلاس ہوا جس میں ۶۰ اطفال، خدام اور انصار شریک ہوئے۔

قیادت ضلع فیصل آباد :-

۱۲ مئی کی ضلعی تربیتی کلاس کے دوسرے حصہ میں تعلیمی و تربیتی نصاب کے تحت اطفال و خدام کو سورۃ الفاتحہ اور درود شریف کا ترجمہ اور درست تلفظ سکھایا گیا۔ بعد میں تحریری امتحان لیا گیا۔

ڈھرکی ضلع سکھر :-

۲۱ر اپریل کو یوم مسیح موعود کے سلسلہ میں ایک تقریب ہوئی جس میں تمام مقامی خواتین و حضرات اور بچوں نے شرکت کی۔ مقابلہ تقریر بھی کیا گیا۔

۲ر جون کو یوم خلافت کے سلسلہ میں اجلاس، قائد صاحب ضلع سکھر کی زیر صدارت ہوا۔ مقامی مردوں، خواتین اور بچوں کی حاضری تقریباً سو فیصد رہی۔

اسٹیل ٹاؤن کراچی :-

اطفال کے سالانہ امتحانات کے نتائج آنے کے بعد ماہ مئی میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں والدین کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے اطفال میں انعامات تقسیم کئے گئے اور ضروری نصائح کی گئیں۔

قیادت ضلع فیصل آباد :-

۹ تا ۱۶ر جون ہفت روزہ ضلعی تربیتی کلاس منعقد کی گئی جس میں نماز تہجد باجماعت کے علاوہ تعلیم القرآن، درس حدیث، درس علم الکلام اور دیگر علمی و دینی پروگراموں کے ساتھ ساتھ فرسٹ ایڈ اور ٹیکنیکل کلاس کا انعقاد بھی کیا گیا۔ مرکز سے بھی نمائندگان تشریف لاتے رہے آخری روز مکرم امیر صاحب جماعتہائے ضلع فیصل آباد نے قیمتی نصائح سے نوازا۔ اس ضلعی کلاس کے علاوہ مختلف مجالس نے انفرادی تربیتی کلاسز کا اہتمام بھی کیا۔

قیادت شاہدرہ ٹاؤن لاہور :-

۱۶ر جون کو اجتماعی نماز تہجد ادا کی گئی۔ کل حاضری ۲۵ رہی۔ ۳۰ر جون کو جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا گیا جس میں اطفال و خدام اور انصار نے بھرپور شرکت کی۔ اسی طرح ماہ جولائی میں بھی جلسہ سیرۃ النبی منعقد کیا

گیا اور ۱۴ر جولائی کو اجتماعی نماز تہجد ادا کی گئی۔

مجلس میرا بھرڑ کا ضلع میرپور آزاد کشمیر:۔

ماہِ جون میں جلسہ یومِ قدرتِ ثانیہ منایا گیا۔ تربیتی موضوعات پر دو اجلاسِ عام ہوئے۔ دعوتِ الی اللہ کے سلسلہ میں مساعی جاری رہیں۔ علاوہ ازیں مجلس ہذا میں پہلی بار کلوا جمیعًا اور بیت بازی کے پروگرام منعقد کیے گئے جن میں تمام احباب جماعت نے بہت دلچسپی لی۔ دوران ماہ دو خدام نے وقف عارضی میں بھی شرکت کی۔

قیادت ضلع میرپور آزاد کشمیر:۔

ماہِ جون میں قیادت ضلع کے تحت منگلا جھیل کے کنارے کلوا جمیعًا اور پکنک کا پروگرام منایا گیا۔ مرکزی نمائندگان کے علاوہ ضلع کی دو مجالس نے شرکت کی۔

اورنگی ٹاؤن کراچی:۔

ماہِ جون میں قائدِ مجلس اور اُن کے نمائندگان نے چار حلقہ جات کے دورے کیے۔ ۳۵ نومولود بچوں کے والدین نے وقفِ نو کے فارم پر کیے۔ ایک خادم نے نظامِ وصیت میں شمولیت اختیار کی۔ قرآن کریم ناظرہ جاننے والے خدام کی فہرستیں مرتب کی گئیں۔

بھلوال ضلع سرگودھا:۔

۱۹ر اگست کو بیت الذکر میں کلوا جمیعًا کا اہتمام کیا گیا۔

قیادت ضلع سرگودھا:۔

۴ر اگست کو مجلس عاملہ ضلع سرگودھا نے شہر سے چند کلومیٹر دور بمقام لڈے والا ریسٹ ہاؤس میں کلوا جمیعًا اور پکنک کا پروگرام منایا۔ نماز جمعہ وہیں ادا کی گئی۔ اور تیراکی کا مقابلہ بھی کروایا گیا۔

وحدت کالونی لاہور:۔

ماہِ اگست کے دوران ایک یومِ تربیت منایا گیا۔ اس روز ۷۰ خدام نے اجتماعی نمازِ تہجد ادا کی اور ۷۰ خدام نے نفلی روزہ رکھا۔ بعد نمازِ مغرب تربیتی جلسہ ہوا جس کی حاضری ۱۳۰ رہی۔ ۱۲ر اگست کو جلسہ یومِ والدین منعقد کیا گیا

قیادت ضلع کوئٹہ:۔

۲۹ر جون کو بعد نماز مغرب قیادتِ ضلع کے تحت صد سالہ جشنِ تشکر کے سلسلہ میں جلسہ ہوا۔ صدارت قائد صاحب ضلع نے فرمائی۔ تقاریر کے بعد حاضرین میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ ۹۲ خدام، اطفال اور انصار نے شرکت کی۔

قیادت ضلع اسلام آباد:۔

۲۷-۲۸ر اپریل کی درمیانی رات شب بیداری کا اجتماعی پروگرام ترتیب دیا گیا۔ شب بھر مختلف علمی اور تربیتی پروگرام جاری رہے۔ نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد خدام نے سحری کھائی اور روزہ رکھا۔ کل

حاضری ۸۲ رہی۔

نوکوٹ ضلع تھرپارکر :-

۲۲ تا ۲۹ مارچ ہفتہ تربیت منایا گیا جس میں جشنِ تشکر کے سلسلہ میں تمام تربیتی امور پر عمل کیا گیا۔

گرمولہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ :-

صد سالہ جشن تشکر، یوم مسیح موعود اور ہفتہ تربیت بھرپور طریقے سے منائے گئے۔ غیر از جماعت دوستوں کو بھی اِن پروگراموں میں مدعو کیا جاتا رہا۔ خدام و اطفال کی حاضری تقریباً سو فیصد رہی۔

قیادت دارالذکر لاہور :-

۲۲ تا ۲۹ مارچ ہفتہ تربیت منایا گیا۔ قیادت کے ذیلی حلقہ جات کے لئے پروگرام ترتیب دے کر مرکز سے موصولہ ہدایات پر پورے طور سے عملدرآمد کروایا گیا۔ اجتماعی نمازِ تہجد و روزہ، اجتماعی افطاری، شجرکاری وغیرہ کے جملہ پروگراموں میں خدام واطفال کے علاوہ دیگر احباب جماعت نے بھی بھرپور شرکت کی۔

شعبہ وقارِ عمل

قیادت مغلپورہ لاہور :-

ماہ جنوری میں ایک اجتماعی وقارِ عمل ہوا۔ ۴۷ خدام و اطفال نے دو گھنٹے تک راستوں کی درستگی وغیرہ کا کام کیا۔

قیادت بیت نور مری روڈ راولپنڈی :-

۳۱ جنوری کو مقامی بیت الحمد میں اجتماعی وقارِ عمل کیا گیا اور بیت کے اندرونی حصہ جات کی صفائی کی گئی۔ مجلس کے ۲۷ خدام نے حصہ لیا۔

چک ۹۸ شمالی سرگودھا :-

جنوری میں دو وقارِ عمل ہوئے۔ اطفال و خدام نے بھرپور شرکت کی۔

جھنگ صدر :-

۱۶ جون کو جماعتی قبرستان میں وقارِ عمل کیا گیا جس میں ۱۸ خدام نے دو گھنٹے تک کام کیا۔

شاہدرہ ٹاؤن لاہور :-

حلقہ فیکٹری ایریا کے خدام نے ۲۸ جون کو بیت الحمد فیکٹری ایریا کو مکمل طور پر دھو کر صاف کیا گیارہ خدام نے شرکت کی۔ ماہ جولائی میں بھی دو وقارِ عمل ہوئے۔

قیادت شاہدرہ ٹاؤن کے تحت بھی ماہ جون میں دو وقارِ عمل ہوئے۔ بیت الذکر کی صفائی کی گئی۔

قیادت ضلع میرپور آزاد کشمیر :-

۱۶ جون کو قیادت ضلع کے تحت وقارِ عمل منایا گیا۔ ۶۳ افراد نے اڑھائی گھنٹے تک کام کیا۔ مربی سلسلہ اور مرکزی نمائندہ نے بھی شرکت کی۔

نوکوٹ ضلع تھرپارکر:۔

ماہِ جولائی میں وقارِ عمل کے ذریعہ بیت المہدی نوکوٹ کی ضروری مرمت کی گئی۔ کل چھ گھنٹے کام ہوا۔

بھلوال ضلع سرگودھا:۔

ماہ اگست میں تین وقارِ عمل ہوئے جن میں ایک مثالی وقارِ عمل تھا۔ بیت الذکر کی صفائی و مرمت کی گئی اور ایک پل کو ٹھیک کیا گیا۔

چک ۹۸ ج ب ضلع فیصل آباد:۔

مجلس ہذا کے خدام، اطفال اور انصار نے ۱۵-۱۶ اور ۲۳ رجون کو مثالی وقارِ عمل منایا۔ جماعت کی بیت الذکر کے سامنے کی جگہ کو ۳۹ ٹرالیاں مٹی ڈال کر اونچا کیا گیا۔ ۱۲۷ افراد نے کل ۲۱ گھنٹے کام کیا۔

میرا بھرڑ کا ضلع میرپور آزاد کشمیر:۔

اپریل میں ایک وقارِ عمل کیا گیا جو دو گھنٹے جاری رہا۔ ۲۳ خدام و اطفال شامل ہوئے۔

قیادت دارالذکر لاہور:۔

ماہ مارچ کے دوران مختلف مقامات پر چھ وقارِ عمل کئے گئے۔ کل ۱۶۴ خدام نے ۳۴ گھنٹے کام کیا۔ ہانڈو گجر کے اہم کام کے علاوہ دارالذکر اور محمد نگر کے بیوت الحمد کی صفائی اور دھلائی کی گئی۔

مثالی وقارِ عمل ضلع فیصل آباد

مؤرخہ ۹ رجون ۱۹۸۹ء کو احمدیہ قبرستان واقع ۲۱۱ ج۔ب حسن پورہ میں مثالی وقارِ عمل منایا گیا۔ وقارِ عمل میں شمولیت کیلئے دیہاتی مجالس کے خدام ۸ رجون کو ہی بیت الفضل میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ ان کے قیام و طعام کا مناسب انتظام کیا گیا تھا۔ مقامِ وقارِ عمل تک خدام کو پہنچانے کے لئے کاروں اور ویگنوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ قبرستان میں موجود کھال اور نالیوں کی صفائی کی گئی اور چاروں طرف لگے ہوئے خاردار تاروں کے ستون مضبوط بنائے گئے۔ یہ تمام کام انتہائی نظم وضبط اور شوق سے کیا گیا۔ مرکزی نمائندہ نے بھی وقارِ عمل میں شرکت کی اور جملہ انتظامات کو سراہا۔

اس مثالی وقارِ عمل ۲۲ مجالس کے ۲۰۰ خدام و اطفال نے بھرپور جذبے کے ساتھ شرکت کی۔

شعبہ خدمتِ خلق

میرا بھرڑ کا ضلع میرپور آزاد کشمیر:۔

ماہِ جنوری میں دو شادیوں کے انتظامات میں بھرپور مدد دی گئی۔ اپریل میں بیس خدام نے بیماروں کی عیادت کی۔ ایک خادم نے ۷۰ عدد تعلیمی کتب بچوں میں مفت تقسیم کیں۔

قیادت مغلپورہ لاہور:۔

ماہ جنوری کے دوران ۱۰۶ خدام نے مختلف ہسپتالوں میں ۱۲۸ مریضوں کی عیادت کی اور بڑی مقدار میں پھل وغیرہ اُن میں تقسیم کیا۔ علاوہ ازیں ۱۳۲ کپڑے مستحقین میں تقسیم کئے گئے۔

محمود آباد کراچی :۔

جنوری میں مجلس ہذا کے خدام نے ۲۶ بوتل خون کا عطیہ مختلف مریضوں کو دیا۔

قیادت ضلع حیدر آباد :۔

۲۲ر جنوری کو گیارہ آدمیوں کو کھانا کھلایا گیا اور ان کی بے لوث خاطر تواضع کی گئی۔

بہاولپور شہر :۔

۱۳ر جنوری کو بہاولپور کے قریب ایک گاؤں میں میڈیکل کیمپ لگایا گیا۔ کیمپ میں ۱۲۵ مریضوں کو تقریباً چھ سو روپے کی ادویات مفت فراہم کی گئیں۔

نوکوٹ ضلع تھرپارکر :۔

ماہ مئی کے دوران ۱۴ خدام نے کل ۱۴ بوتل عطیہ خون دیا۔ اگست میں ایک فوتیدگی کے سلسلہ میں بھرپور مدد کی گئی۔ تین دن میں تین سو افراد کو کھانا مہیا کیا گیا۔

قیادت ضلع میرپور آزاد کشمیر :۔

ماہ جون میں تین افراد کا فری میڈیکل چیک اپ کروایا گیا۔

قیادت بیت نور مری روڈ راولپنڈی

ماہ فروری میں گیارہ بوتل عطیہ خون دیا گیا۔ خون کی فراہمی میں قائد مجلس، نائب قائد اور ناظم خدمت خلق نے خصوصی تگ ودو فرمائی۔ اسی طرح راولپنڈی سے ملحقہ نئی آبادیوں کے غرباء میں ۵۱۷ جوڑے کپڑے ۸ جوڑے جوتے اور سات سو روپے کا راشن تقسیم کیا گیا۔ پانچ غریب مریضوں کا مفت علاج بھی کروایا گیا۔

شعبہ صحت جسمانی

ضلع حیدر آباد :۔

ضلع حیدر آباد اور ضلع لاڑکانہ کی کرکٹ ٹیموں کے مابین لاڑکانہ میں ۲۷ر جنوری کو میچ کھیلا گیا ــــ ضلع حیدر آباد کی ٹیم ۱۵ رنز سے جیت گئی۔

قیادت مغلپورہ لاہور :۔

ماہ جنوری میں مختلف ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔ سائیکل سفر بھی کیا گیا جس میں ۶ خدام نے ۷۰ کلومیٹر فاصلہ طے کیا۔

قیادت گلبرگ لاہور :۔

ماہ جنوری میں کئی کھیلوں کے مقابلہ جات کروائے گئے۔ کرکٹ کے دو میچ کھیلے گئے جن میں سے ایک غیر از جماعت دوستوں کے ساتھ تھا۔ ان مقابلوں میں کل ۳۰ خدام نے حصہ لیا۔ سائیکل سفر کا اہتمام بھی کیا گیا۔

ڈرگ روڈ کراچی :۔

جنوری میں غیر از جماعت دوستوں کی ٹیم کے ساتھ ٹیبل ٹینس کا میچ کھیلا گیا۔ ضلعی پروگرام کے تحت مجلس ڈرگ روڈ کے ۲۲ خدام نے مختلف کھیلوں میں حصہ لیا۔

قیادت ضلع تھرپارکر :-

۵ تا ۱۰ فروری چوتھا سر محمد ظفر اللہ خان میموریل کرکٹ ٹورنامنٹ منعقد کیا گیا جس میں آٹھ ٹیموں نے حصہ لیا۔ مقام ٹورنامنٹ کو بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا اور مختلف بینرز پر حضرت چوہدری صاحب کے کارہائے نمایاں لکھوائے گئے تھے۔ فائنل کراچی اور کنری کے درمیان ہوا جو کراچی کی ٹیم نے جیت لیا۔ جماعت اور غیر از جماعت دوستوں کی ایک بڑی تعداد نے ان کھیلوں کو دیکھا۔

قیادت ضلع قصور :-

۷ اپریل بروز جمعۃ المبارک ضلع قصور کی ایک مجلس جوڑہ میں علاقہ لاہور کا کبڈی ٹورنامنٹ منعقد ہوا۔ ضلع بھر کے انصار، خدام اور اطفال نے بھرپور شرکت کی۔ پہلا انعام ضلع شیخوپورہ کی ٹیم نے حاصل کیا۔ مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے انعامات تقسیم فرمائے اور قیمتی نصائح سے نوازا۔ مکرم صدر صاحب کا جماعت کی دوسری صدی میں یہ پہلا دورہ تھا۔ اس طرح یہ خصوصی اعزاز ضلع قصور کے حصہ میں آیا۔

قیادت گلبرگ لاہور :-

۳ فروری کو فضل عمر کرکٹ کلب گلبرگ اور پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور کے مابین ایک دوستانہ کرکٹ میچ کھیلا گیا۔ فضل عمر کلب نے ۶ رنز سے یہ میچ جیت لیا۔ کلب کی طرف سے احمد لطیف فیضی، محمود وحید ڈوگر، منور احمد اور سید عزیز احمد نے نمایاں کھیل پیش کیا۔

بقیہ۔ آنحضرت صلعم کی خدام سے شفقت

از صفحہ ۲۸

ہمارے صبر کو آزمایا جا رہا ہے، ہماری موت کے سامان کیے جا رہے ہیں۔ ہم میں نہ کوئی حسن ہے اور نہ کوئی رفعت۔ صرف تیرے پیارے کے نام سے وابستہ ہونے والے ہیں۔ اے میرے آقا! تیرے دامن سے چمٹ کر اپنے پیارے امام کے ہم زبان ہو کر یہی فریاد کرتے ہیں ؎

اُنظُر اِلَیَّ بِرَحْمَةٍ وَّتَحَنُّنٍ
یَا سَیِّدِیْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانِ

قابلِ تقلید نمونہ

تحریک جدید میں سو فیصد خدام شامل کرنے والی مجالس کے نام حسب ذیل ہیں :-

۱۔ مجلس مغلپورہ لاہور کے ۲۱۷ خدام تحریک جدید میں شامل ہیں۔
۲۔ مجلس وحدت کالونی لاہور کے ۴۳ خدام تحریک جدید میں شامل ہیں۔

(۱۰۰٪ شمولیت)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان ہر دو مجالس کے قائدین اور خدام کو احسن جزا دے اور دیگر مجالس کو ان کی تقلید کی توفیق دے (آمین)

(مہتمم تحریک جدید مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

MONTHLY **KHALID** RABWAH

Regd No. L5830 *Editor*, KHALID MASOOD DECEMBER 1989